

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام  
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

(ماخذ کتاب الشفاء)

# شاک

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

# کتاب

تالیف

حضرت قاضی عیاض ندوی

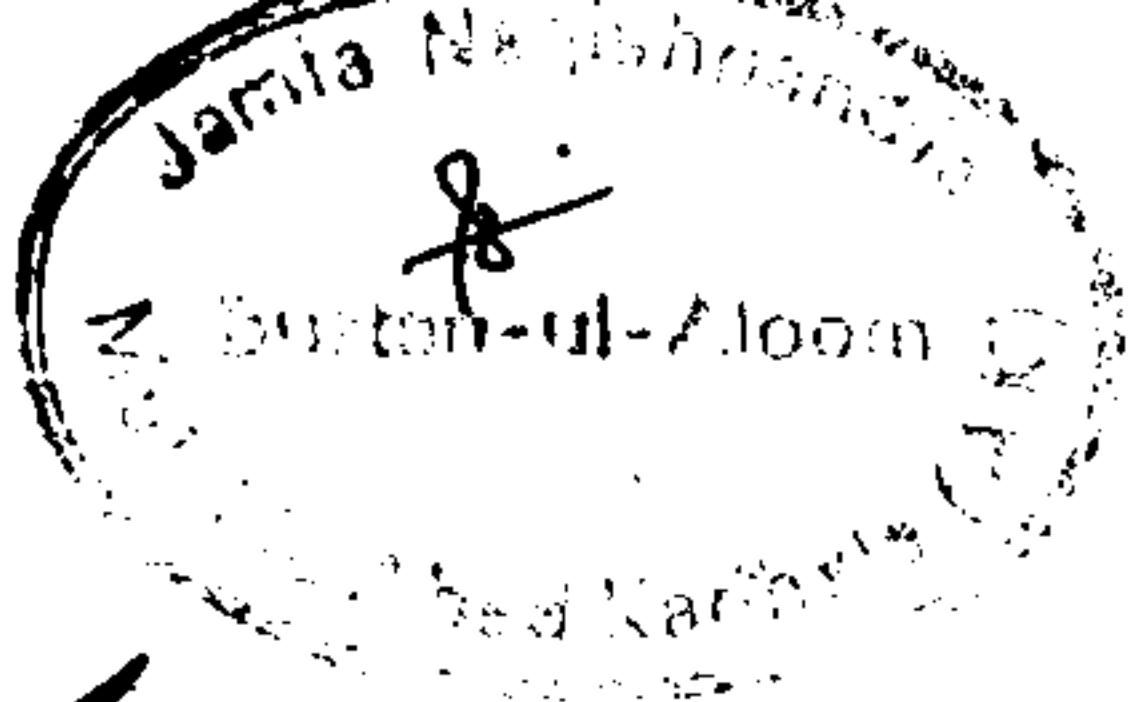
رحمته اللہ علیہ



بزمِ مدینہ کراچی







Book Series  
Serial No.  
Price  
XXI 219

# شانِ حَبِيبٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جو مدح و ثنا فرمائی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ کی جو عظیم الشان قدر و منزلت ہے، اس باب کا وہی نفس مضمون ہے۔ قرآن مجید میں ایسی بہت سی آیات ہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکرِ جمیل پر مشتمل اور آپ کے محاسن و محامدِ تعظیم اور قدر و منزلت کو بیان کرتی ہیں۔ ہم نے ان آیات ہی پر اخصار کیا ہے جن کا مفہوم ظاہر اور مراد واضح ہے۔ اس باب کو ہم نے دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔  
(وباللہ التوفیق)

## فصل (۱)

اس فصل میں ان آیات کا ذکر ہے جو حضور پر نور علیہ الصلوٰت والتسلیمات کی مدح و ثنا اور آپ کے محاسن عالیہ کے بارے میں وارد ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم	لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ
میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت	عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ
میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے	عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ
نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال	( پارہ ۱۱، سورۃ توبہ، آیت ۱۲۸ )

(فقہ ابو اللیث) سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بعض قاریوں نے اس آیت کے لفظ أَنْفُسِكُمْ کے فاکو فتح (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے جبکہ جمہور کی قرأت ضمہ (پیش) کے ساتھ ہے۔

فقہ قاضی ابو الفضل (قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ) توفیق الہی سے فرماتے ہیں:۔ جاننا چاہیے کہ یہاں خطاب مومنین سے ہے یا اہل عرب سے یا اہل مکہ سے، یا تمام انسانوں سے، جیسا کہ اس خطاب کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے، یعنی اس عظیم الشان رسول کو ان میں مبعوث فرمایا جس کو وہ اچھی طرح جانتے ہیں، ان کے مقام و منصب کو جانتے، ان کے صدق و امانت کو دیکھتے اور کذب و عدم خیر خواہی سے انھیں متہم نہ کر پائے حالانکہ وہ خود ان میں سے ہیں اور عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رشتہ داری نہ ہو اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ کے نزدیک ارشاد باری تعالیٰ: إِلَّا الْمَوَدَّةَ بَيْنِي وَالْقُرْبَىٰ سے یہی مراد ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان میں سب سے اشرف، ارفع اور افضل ہیں۔

اگر أَنْفُسِكُمْ کے فاکو فتح یعنی زبر کے لحاظ سے دیکھیں تو یہ مدح و ثنا کی انتہا ہے پھر اس وصف کے بعد اور اوصاف حمیدہ بیان فرمائے اور محامد کثیرہ کے ساتھ آپ کی تعریف کی اور بتایا کہ انھیں اس بات کی بڑی حرص ہے کہ لوگ رشد و ہدایت سے بہرہ مند ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں اور ہر وہ بات ان پر گراں گزرتی ہے جو لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت میں ضرر رساں ہے۔ ایسی باتوں سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی، نیز ہمیشہ مسلمانوں پر آپ کی چشم عنایت اور نگاہ کرم رہتی ہے۔

بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو اسمائے حسنیٰ (رؤف اور رحیم) اپنے محبوب علیہ الصلوٰت والتسلیمات کو مرحمت فرمائے ہیں۔

یہ مضمون دوسری آیت میں یوں بیان ہوا ہے۔

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر  
کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔  
جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں  
پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت  
سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے  
گمراہی میں تھے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ  
إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ  
يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ  
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ  
وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ  
مُّبِينٍ ۝ ۱۰۷

ایک اور آیت میں یوں ارشاد ہے۔

وہی (خدا) سے جس نے ان پڑھوں میں  
انہیں میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس  
کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں  
اور انہیں کتاب و حکمت کا علم عطا فرماتے  
ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے گمراہی میں تھے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ  
رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ  
وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ  
لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ ۱۰۸

اس بارے میں یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

جیسا کہ ہم نے بھیجا تم میں ایک رسول تم میں  
کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرمائے اور تمہیں  
پاک کرتا ہے اور کتاب اور نکتہ علم سکھاتا ہے  
اور تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ  
يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ  
وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ  
وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ ۱۰۹

۱۰۷ پارہ ۲۸ سورہ الحجۃ آیت ۲

۱۰۸ پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۶۴

۱۰۹ پارہ ۲، سورہ بقرہ، آیت ۱۵۱ -

حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد باری تعالیٰ مِنْ أَنْفُسِكُمْ کے بارے میں فرمایا کہ یہ حسب و نسب اور سسرال کے متعلق ہے، کیونکہ میرے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کوئی بھی زنا کے ذریعے پیدا نہیں ہوا بلکہ سب نکاح کے ذریعے عالم وجود میں آئے۔ ابن الکلبی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پانچ صد امہات کے حالات میں نے معلوم کئے لیکن کسی میں زنا اور جاہلیت کا کوئی اثر نہ پایا۔ (سبحان اللہ)۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد خداوندی تَقَلَّبُكَ فِي السَّاجِدِينَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مَنْ نَبِيٍّ إِلَى نَبِيٍّ حَتَّى أَخْرَجْتُكَ نَبِيًّا یعنی آپ ایک نبی سے دوسرے نبی کی جانب منتقل ہوتے رہے۔ یہاں تک اسے محبوب تمہیں مبعوث فرمایا گیا۔

حضرت جعفر بن محمد یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المشوفی ۱۴۸ ص) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنی اطاعت سے عاجز و بیکہ کر کے اس بات کی معرفت عطا فرمائی، تاکہ وہ سمجھ پائیں کہ خدمت کے ذریعے وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتے تو اپنے اور ان کے درمیان اپنی تخلیق کے شاہکار کو واسطہ بنایا جو صورت کے لحاظ سے خود ان کی جنس میں سے ہے اور جس کی خوبی یہ ہے کہ وہ سر اپارفت و رحمت ہے اُسے مخلوق کی جانب ایسا مکمل سفیر اور نمائندہ بنا کر بھیجا کہ اُس کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور اُس کی موافقت کو اپنی موافقت قرار دیتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا،۔

مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَّاعَ  
اللَّهَ - (پایہ ۵، سورۃ نساء، آیت ۱۱) اللہ کا حکم مانا۔

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔  
 وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ  
 اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے  
 جہانوں کے لئے۔

حضرت ابو بکر محمد بن طاهر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمت کی زینت سے سراپا مزیں فرمایا ہے۔ آپ کو رحمت کا ایسا  
 پتلہ بنایا گیا ہے جس کے جملہ شمائل و صفات مخلوق خدا کے لئے رحمت ہی رحمت ہیں۔  
 اس بارگاہ سے جس کو رحمت کی تقویٰ سی بھیک بھی لگئی وہ دونوں جہانوں کی بیانی  
 و کامرانی حاصل کر گیا اور ہر برائی سے محفوظ ہو گیا اور دونوں جہانوں میں اپنی مراد پا  
 گیا۔ اے مخاطب! کیا تیری اس بات پر نظر نہیں ہے کہ ان کے متعلق اللہ رب العزت  
 نے قَبِيضًا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ فرمایا ہے۔ پس اس کی حیات  
 بھی رحمت ہے اور ان کی وفات بھی رحمت ہے جیسا کہ سرور کون و مکان صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ میری حیات بھی تمہارے بہتر ہے اور میرا وصال  
 فرما جانا بھی تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جب  
 اللہ تعالیٰ کسی امت پر رحم فرمانا چاہتا ہے تو امت کی موجودگی میں نبی کی روح قبض کر  
 لیتا ہے تو وہ نبی اپنی امت کے لئے بخشش کا مقدمہ اور نجات کا ذخیرہ بن جاتا ہے  
 امام ابو لکینٹ سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ "رحمة العالمین" کے بارے میں  
 فرمایا ہے کہ آپ تمام جنات اور انسانوں کے لئے رحمت ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے  
 کہ آپ ساری مخلوق کے لئے رحمت ہیں۔ مومن کے لئے اس لحاظ سے رحمت ہیں کہ  
 انہیں ہدایت آپ کے سبب ملی۔ منافقوں کے لئے بائیں وجہ رحمت نہیں کہ انہیں

۱۰۷ پارہ ۱۱، سورہ الانبیاء، آیت ۱۰۷



آپ کے صدقے قتل سے امان ملی، کافروں کے لئے یوں رحمت ہیں کہ آپ کے باعث ان کے لئے عذاب مؤخر ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (المتوفی ۶۸ھ) نے فرمایا ہے کہ سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب مومنوں اور کافروں کیلئے رحمت ہیں۔ جب اس بات کو سامنے رکھا جائے کہ اپنے انبیاء کو جھٹلانے والی امتوں پر کیسے کیسے عذاب آئے تھے تو اس وقت فخر و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رحمتہ للعالمین ہونا بخوبی ذہن نشین ہو جائے گا۔

حکایت ہے کہ فخر و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حبر اہلی علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ میری رحمت سے کیا تمہیں بھی کچھ حصہ ملا ہے؟ رُوح الامین عرض گزار ہوئے، ہاں یا رسول اللہ! میں اپنی عاقبت کے بارے میں لرزاں و ترساں رہتا تھا لیکن اب مطمئن ہوں کہ آپ کی قدسوسی کے صدقے اللہ تعالیٰ نے اس نسخہ کیمیا (قرآن کریم) میں تعریف فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ۝  
جو قوت والا ہے، مالک عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے

پھر امانت دار ہے۔

گلشن اہل بیت کے نخل سدا بہار یعنی امام جعفر صادق بن امام محمد باقر علیہما الرحمۃ الغفار نے ارشاد باری تعالیٰ فَسَلَامٌ لِّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْمِينِ ۝ (تو اے محبوب! تم پر سلام و امینی طرف والوں سے) کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب! تمہارے صدقے و امینی طرف والوں پر سلامتی ہے۔

۱۔ پارہ ۳، سورہ التکویر، آیت ۲۰، ۲۱۔ ۲۔ پارہ ۲۷، سورہ الواقعة، آیت ۹۱



اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں یوں بھی فرمایا ہے:-

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
مِثْلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ  
الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ وَالزُّجَاجَةُ  
كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ  
شَجَرَةٍ مُبْرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ  
وَأُغْرَبِيَّةٍ يُكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ  
لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ لَأُورِ عَلَى نُورٍ  
يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ  
وَلِيَضْرِبَ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ  
وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ۱۸

اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اُس کے نور کی مثال ایسی جیسے ایک طاق کہ اُس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے، وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے، موتی سا چمکتا، روشن ہوتا ہے برکت والے پیر زیتون سے، جو نہ مشرق کا نہ مغرب کا، قریب ہے کہ اُس کا تیل بھڑک اُٹھے۔ اگرچہ اُسے آگ نہ چھوئے۔ نور پر نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی راہ بتاتا ہے جسے چاہتا ہے اور مثالیں بیان فرماتا ہے لوگوں کے لیے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اس کی تفسیر کے بارے میں حضرت کعب اور ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا ہے:-  
المُرَادُ بِالنُّورِ الثَّانِي هُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَوْلُهُ تَعَالَى مِثْلُ نُورِهِ أَيْ نُورِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ  
وَلِيَضْرِبَ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ  
وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ۱۸

یہاں دوسرے لفظ نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ، اُس کے نور کی مثال سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کی مثال مراد ہے۔

۱۸ پارہ ۱۸، سورۃ النور، آیت ۳۵

سہل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آسمان وزمین والوں کو ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے پھر فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نور جب اصلا ب میں تھا تو اس کی مثال طاق کی طرح تھی جس کی صفت ایسی ہی تھی اور مصباح یعنی چراغ سے آپ کا قلب اطہر مراد ہے۔ زجاجہ یعنی شیشہ آپ کا سینہ مبارک سے گویا وہ ایک روشن ستارہ ہے کیونکہ اس کے اندر ایمان و حکمت کا خزانہ ہے۔ شجر مبارک سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نور مراد ہے جس کی شجر مبارک سے مثال دی ہے اور یکا دُ زَيْتُهَا يَضِيءُ اور کا مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت (آثار نبوت) ان کے کلام سے پہلے لوگوں پر ظاہر ہوگی، جیسا کہ میزیتوں۔ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی کسی اقوال ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کے علاوہ اور کئی مواقع پر نور کہا اور سراج مبین قرار دیا ہے چنانچہ نعت حبیب کہتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا ہے:-

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ  
كِتَابٌ مُبِينٌ ۝ ۱۰

دوسری جگہ فرمایا ہے:-

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا  
وَذَكِيرًا ۝ ۱۱  
وَسِرَاجًا مُنِيرًا ۝ ۱۲

اور اسی بارے میں یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝  
وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ ۝ ۱۳  
الَّذِي

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔  
اور تم پر تمہارا اورہ بوجھ اتار لیا جس

۱۰ پارہ ۱۶، سورۃ المائدہ، آیت ۱۵۔ ۱۱ پارہ ۲۲، سورۃ الاحزاب، آیت ۴۶

نے تمہاری پیچھے توڑی تھی۔ اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ تو بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ تو جب تم نائے فارغ ہو تو دعائیں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

الْقَضُ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا  
لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ  
يُسْرًا ۝ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝  
فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۝ وَإِلَى  
رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ آپ کا شرح صدر اسلام کے ساتھ ہوا ہے۔ سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نور رسالت کے ساتھ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے قلب مبارک کو اس درجہ علم و حکمت سے بھر دیا گیا تھا کہ وسوسوں کی گنجائش ہی نہیں رہی تھی۔ اس کے معنی میں یہ بھی قول ہے کہ کیا تم نے تمہارے قلب مبارک کو اتنا پاک نہیں کر دیا ہے کہ تمہیں وسوسے اذیت نہ پہنچا سکیں اور تمہارے اُور سے وہ بوجھ اتار لیا ہے جس نے تمہاری کمر توڑ رکھی تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس بوجھ سے مراد زمانہ نبوت سے پہلے کی لغزشیں ہیں۔ ایک قول میں ایام جاہلیت کا بوجھ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد رسالت کی ذمہ داری کا بوجھ ہے جو تبلیغ کے باعث اُتر گیا ہے۔ اس قول کو ماوردی اور سلمی رحمۃ اللہ علیہما نے حکایت کیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم نے تمہیں بچا لیا ہے ورنہ (قبل زمانہ نبوت) کی لغزشیں تمہارے لئے بارگراں ثابت ہوتیں۔ اس قول کو سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں عیسیٰ بن آدم علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ ہم نے نبوت کے ساتھ تمہارا بول بالا کر دیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جب میرا ذکر ہوگا تو ساتھ تمہارا ذکر بھی ہوگا۔ جیسا کہ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کہا جاتا ہے

۱ پارہ ۲۰، سورۃ آلہ نشر اح



اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اذان کے ذریعے تمہارے ذکر کو بلند کیا گیا ہے۔

فقہ قاضی ابوالفضل (قاضی عیاض مالکی) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ عز و جل کی جانب سے اس امر کی تقریر ہے کہ اللہ جل اسمہ کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہایت ہی قدر و منزلت ہے اور خالق و مالک کے نزدیک آپ کا رتبہ بہت بلند ہے اور آپ اُس کے نزدیک بہت بزرگ ہیں۔ اسی لئے آپ کے قلب مبارک کو ایمان اور ہدایت کے لئے کھول دیا گیا۔ اور حفظِ علم اور ضبطِ حکمت کے لئے اُسے کشادہ کر دیا گیا اور امورِ جاہلیت کا بوجھ آپ کے اوپر سے ہٹا دیا اور جہالت کی عادتوں کو آپ کے نزدیک مغضوب ٹھہرا دیا گیا۔ اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیا اور نبوت و رسالت کے تحمل کی تکلیف کو آپ سے دُور کر دیا گیا ہے۔ بایں وجہ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل کیا وہ آپ نے لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔

یہ سورت اس امر پر واضح ولالت کرتی ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں آپ کا جلیل القدر مقام اور رتبہ عالی اور ذکرِ گرامی بہت بلند ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کے نام نامی کو اپنا اسمِ گرامی سے ملایا ہے۔ (صلی اللہ علیک یا رسول اللہ)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۸ھ) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو دنیا اور آخرت میں بلند کر دیا ہے۔ پس کوئی خطیب کوئی مؤذن اور کوئی نمازی ایسا نہیں جو لا اِلهَ اِلاَّ اللہ کے ساتھ مُحَمَّدٌ وَّ رَسُوْلُ اللہ کی شہادت نہ دیتا ہو۔  
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۲۷ھ) سے روایت ہے

کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک دفعہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میرا اور آپ کا رتبہ فرماتا ہے کہ کیا آپ جلتے ہیں کہ آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کر دیا گیا ہے میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ (جبریل علیہ السلام نے کہا: رب فرماتا ہے کہ) جب میرا ذکر کیا جاتا ہے تو میرے ساتھ

تمہارا ذکر جمیل بھی کیا جاتا ہے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیک یا رسول اللہ)۔

ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے (وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کی تفسیر میں) کہا ہے کہ میں (اللہ عزوجل) نے ایمان کی تکمیل کو اس بات پر موقوف رکھا ہے کہ میرے ساتھ تمہارا (محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا ذکر بھی کیا جائے۔ نیز میں نے تمہارے ذکر کو اپنے ذکر کا حصہ قرار دیا ہے۔ پس جس نے تمہارا ذکر کیا گویا اس نے میرا ہی ذکر کیا ہے۔

جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما (امام جعفر صادق) نے (رفعت ذکر کے بارے میں) فرمایا ہے کہ جو شخص بھی مجھے ربوبیت کے ساتھ یاد کرے گا وہ تمہارا رسالت کے ساتھ ذکر کرے گا اور بعض علماء نے اس کی تفسیر میں شفاعت کی جانب بھی اشارہ کیا ہے کیونکہ اُس وقت آپ کی رفعت شان سب کے سامنے ہوگی اور دوستوں معتقدوں کے علاوہ منکرین و حاسدین و زبان دراز زبان کرنے والے بھی اس امر کا اعتراف کیئے بغیر کوئی راہ نہ پاسکیں گے) اور اس کی تفسیر میں کہ رب تعالیٰ نے آپ کے ذکر کو اپنے ذکر کے ساتھ بلند کیا ہے یہ پہلو بھی داخل ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت کے ساتھ اور آپ کے نام نامی کو اپنے اسم گرامی سے بلایا ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:-

ع مولانا حسن رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شانِ مصطفیٰ کی اس جلوہ گری کے بارے میں لکھا ہے:-

فقط اتنا سبب ہے ان عقائد بزمِ محشر میں

کہ اُن کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

مجدد مائتہ حاضرہ، امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں منکرین کو

یوں سمجھایا ہے:- آج لے اُن کی پناہ، آج مدد مانگ اُن سے

پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

وَاطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ ۗ  
اور اللہ اور رسول کے فرمانبردار بنو۔

فَاطِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ  
پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔  
ان دونوں مقامات پر اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کے منصب رسالت کو اپنے ساتھ واؤ عطفہ کے ذریعے جمع کیا ہے جو شرکت ذکر کے لئے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا ایسی شرکت کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔

ہم سے شیخ ابو علی حسین بن حافظ محمد جانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی اور اس کی اجازت مرحمت فرمائی اور ان سے اس کی قرأت ثقہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی ابو عمر نمری نے، ان سے ابو محمد بن عبدالرحمن نے، ان سے ابو بکر بن واسع نے، ان سے ابو داؤد سجری نے، ان سے ابو الولید طلیسی نے، ان سے شعبہ نے، انہوں نے منصور سے، انہوں نے عبداللہ بن سیر سے، انہوں نے حذیفہ سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا:-

لَا يَقُولَنَّ أَحَدُكُمْ مَا شَاءَ اللَّهُ  
وَشَاءَ فُلَانٍ وَلَكِنْ مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ  
شَاءَ فُلَانٌ ۚ  
کوئی یہ نہ کہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور فلاں چاہے بلکہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے پھر فلاں چاہے (یعنی واؤ عطفہ کی جگہ تم ہونا چاہیے)۔

۱۵ پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۳۲۔ ۱۶ پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۵۷  
ع۔ یہ حدیث مشکوٰۃ شریف میں بھی موجود ہے اور اس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا ہے کہ یوں نہ کہو اللہ اور فلاں چاہے گا بنا یوں اور



خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بارگاہِ خداوندی کا ادب سکھایا ہے کہ مشیت ایزدی کو دوسروں کی مشیت پر مقدم رکھا کریں۔  
 بقیہ حاشیہ ص ۲۱۔ اللہ چاہے گا پھر فلاں چاہے گا، کیونکہ واو عاطفہ کے ذریعے اشتراک پایا جاتا ہے اور خدا کی مرضی کے ساتھ دوسرے کی مرضی کو مشترک نہ کیا جائے بلکہ دوسرے کی مرضی کو علیحدہ بیان کیا جائے یعنی یوں کہہ سکتا ہے کہ اللہ چاہے گا پھر اس کا رسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا۔ اللہ چاہے پھر اس کا رسول چاہے تو میں کامیاب ہو جاؤں گا۔

اس مسئلے میں بھی امام ابوہامیہ مولوی محمد اسمعیل دہلوی (المتوفی ۱۲۲۶ھ ۱۸۳۱ء) نے بڑی دھاندلی اور رسول دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے چنانچہ انہوں نے اپنی خلاف دین و ایمان کتاب تقویۃ الایمان میں صاف لکھ دیا کہ:۔ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، ص ۱۰۷)۔ اپنے اس فیصلے کو موصوف نے اس حدیث سے مؤکد کرنے کی ناکام کوشش کی ہے:۔ لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ مُحَمَّدٌ وَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَخُذُوا۔ امام ابوہامیہ کی یہ المناک بددیانتی ہے کیونکہ اولاً تو حدیث منقطع ہے ثانیاً تقویۃ الایمان میں یہ اشارۃ تک نہیں کیا گیا کہ یہ حدیث منقطع ہے۔ ثالثاً اسی مشکوٰۃ شریف کی جس میں منقطع حدیث کے ضمن میں اس حدیث کو درج کیا گیا ہے اس میں مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ کہنے کی تعلیم دی گئی ہے اس کا ذکر تک نہ کیا، بلکہ اس سے آنکھیں بند کر کے بے خبر لوگوں کی آنکھوں میں دل کھول کر دھول جھونکی ہے۔ رابعاً جب اصل حدیث میں مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ موجود ہے تو اس مضمون کو شریکات میں بیان کرنا کس درجہ ستم ظریفی اور حدیث رسول پر ظلم ہے۔ خامساً غیر منقطع حدیث کو چھوڑ کر منقطع حدیث سے استناد کرنا اور غیر منقطع حدیث کے مضمون کو شرک بنانا زری بددیانتی ہے یا رسول دشمنی بھی؟

ہاں دوسروں کی مشیت کو ٹٹم کے ساتھ لاسکتے ہیں جو ترتیب اور تراخی کے لئے آتا ہے جبکہ واو عاطفہ اشتراک کے لئے موضوع ہے۔

بقیہ حاشیہ ص ۲۱ سادسا غیر منقطع حدیث کی تعلیم مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ کو چھپانا اور منقطع حدیث کے الفاظ وَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَحْدَهُ کو پیش کرنے کا باعث رسول و شمنی ہے عشق رسول؟ یہ اطاعت ہے یا بغاوت؟ یہ شرافت ہے یا شرارت؟ یہ توحید بیان کی ہے یا قلبیس؟ یہ ولی اللہ ہے یا بولہبی؟

من آنچه شرط بلاغ است با تو می گویم  
تو خواه از سختم پند گیر و خواه ملال

ع مجذومانیہ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام الوہابیر مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی اس شرارت کو دریا برو کرنے اور اس کی حقیقت اہل علم پر واضح کرنے کی غرض سے امام الوہابیر کی صریح خیانت و عیاری سرخی قائم کر کے اس کے تحت فرمایا ہے: — اقول وباللہ التوفیق ادلاء — وہی قدیم لت، وہی پرانی علت کہ دعویٰ کے وقت آسمان نشین اور دلیل لانے میں اسفل السافلین حدیث میں ہے تو اتنا کہ یوں نہ کہو، وہ شرک کا حکم کہہ کر گیا؟ ثانیاً: — سخت عیاری و مکاری کی چال چلا مشکوٰۃ شریف کے باب مذکور میں حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں مذکور تھی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَقُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ وَشَاءَ فُلَانٌ وَلَٰكِنْ قُولُوا مَا شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ۔ نہ کہو جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ پھر چاہے فلاں مشکوٰۃ شریف میں اسے مسند امام احمد و سنن ابی داؤد شریف کی نسبت کر کے فرمایا ذی رِوَايَةٍ مُنْقَطِعًا اور ایک روایت منقطع یعنی جس کی سند نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل نہیں، یوں آئی ہے۔ یہاں وہ روایت شرح السنہ ذکر کی۔ ہوشیار عیار نے دیکھا کہ اصل حدیث تو اس کے دعویٰ شرک کو

(بقیہ حاشیہ ص ۲۱ پر ملاحظہ)

اسی کے مثل ایک حدیث اور بھی ہے کہ کسی خطیب نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور پڑھا اور اس میں یہ بھی کہا من یطعم اللہ ورسولہ فقد رزقہ ومن یعصیہما تو سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

بئس خطیب القوم أنت قمؑ تو قوم کا برا خطیب ہے، کھڑا ہو جا۔ اس میں اختلاف ہے کہ آخری لفظ قم (کھڑا ہو جا) یا اذہب (یہاں سے چلا جا) فرمایا گیا۔ ابوسلیمان خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ آپ نے اس امر کو پسند نہیں فرمایا تھا کہ اس نے دونوں اسماء کو بطور کنایہ (عما کی ضمیر میں) جمع کر دیا تھا۔ کیونکہ جمع کر دینے میں برابری پائی جاتی ہے اور باقی حضرات اس جانب گئے ہیں کہ آپ نے یعصیہما پر وقف کر دینے کو ناپسند فرمایا تھا، لیکن حضرت ابوسلیمان علیہ الرحمہ کا موقف زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ حدیث صحیح میں یہ وارد ہوا ہے کہ ومن یعصیہما فقد غوی اور من یعصیہما پر وقف کرنا مذکور نہیں ہوا۔ مفسرین حضرات اور اصحاب معانی کا اس بارے میں

اختلاف ہے کہ ارشاد خداوندی:

ان اللہ وملتکته یصلون  
علی النبی یا ایہا الذین امنوا  
صلوا علیہ وسلموا تسلیما

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود  
بھیجتے ہیں اس غیب بتانوالے (نبی) پر۔  
اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب

بقیہ حاشیہ ص ۲۲۔ داخل جہنم کیے دیتی ہے، اے صاف الگ ارٹا لے گیا اور قطعیہ منقطع روایت نقل کر لایا۔ کیا سمجھتا تھا کہ مشکوٰۃ اہل علم کی نظر سے نہاں ہے؟ نہیں نہیں خوب جانتا تھا کہ مبتدی طالب علم حدیث میں پہلے اسی کو پڑھتا ہے، مگر اُسے تو بیچارے عوام کو چھلنا مقصود تھا۔ جنہیں علم کی ہوا نہ لگی سمجھ لیا کہ ان پر اندھیری ڈال ہی لوں گا۔ اہل علم نے اور کونسی مانی ہے کہ اسی پر اعتراض ہوں گے۔ (الامن والعلی مطبوعہ لاہور ۱۳۹۵ھ، ص ۲۱۲، ۲۱۳) لے پارہ ۲۲۵۔

سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶۔



سلام بھیجو۔

میں یُصَلُّونَ کا مرجع اللہ تعالیٰ اور ملائکہ دونوں میں یا نہیں۔۔۔  
بعض علمائے کرام نے اسے دونوں جانب جائز قرار دیا ہے۔ جبکہ بعض حضرات  
ایسا کہنے سے منع کرتے ہیں کیونکہ اسے دونوں جانب راجع ماننے سے شرکت  
لازم آتی ہے اور انھوں نے اس ضمیر کو فرشتوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور وہ  
اس آیت میں یوں مقدر مانتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ (يُصَلِّي) وَمَلَائِكَتُهٗ يُصَلُّونَ  
عَلَى النَّبِيِّ ط

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے بارگاہ رسالت  
میں عرض پیش کی کہ یا رسول اللہ! آپ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ  
نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔۔  
مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَّاعَ اللّٰهَ ط  
جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس  
نے اللہ کا حکم مانا۔

اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے۔۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِيْ اے محبوب تم فرما دو، لوگو! اگر تم اللہ کو  
یُحِبُّكُمْ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ  
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ط اللہ تمہیں دوست رکھیگا اور تمہارے گناہ

بخشدیگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مروی ہے کہ جب یہ آیه کریمہ نازل ہوئی تو بعض کفار نے یہ کہنا شروع کر دیا  
کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہم انھیں اپنا رب مان لیں جیسے نصاریٰ  
نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنا خدا بنا لیا ہے۔ اس پر اللہ رب العزت نے یہ

۱۷ پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۱۹۔ ۱۸ پارہ ۳، سورۃ آل عمران، آیت ۳۱۔

آیت نازل فرمائی :-

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ  
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ  
الْكَافِرِينَ ۝

تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا بھرا کر  
وہ منہ پھیریں تو اللہ کو خوش نہیں آتے  
کافر۔

منکرین شان رسالت کو رسوا کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنی  
اطاعت کو اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ بلا کر بیان  
کیا ہے۔ مفسرین حضرات کے درمیان ام الكتاب یعنی سورہ الفاتحہ  
میں مذکورہ :-

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ  
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ہم سیدھے راستہ پر چلا۔ راستہ اُن کا  
جن پر تُو نے احسان کیا۔

میں الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے مراد کیا ہے؟ ابو العالیہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ  
(المتوفی ۹۰ھ) اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ  
صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خیابراہل بیت اور صحابہ کرام مراد  
ہیں۔ اس قول کو مذکورہ دونوں حضرات سے امام ابوالحسن ماوردی رحمۃ اللہ علیہ  
(المتوفی ۲۵۰ھ) نے نقل کیا ہے۔ اور امام مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کے مانند  
حکایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
اور آپ کے دونوں بزرگ ساتھی حضرت ابوبکر (المتوفی ۳۰ھ) اور حضرت عمر  
(المتوفی ۳۲ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں۔

اسی کے مثل امام ابوللیث نصر بن محمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۷۳ھ)  
نے صِرَاطِ مُسْتَقِيمٍ کی تفسیر میں حکایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ تفسیر

۱ پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۳۲۔ ۱ سورہ الفاتحہ، آیت ۶، ۵

میں حکایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ تفسیر امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے فرمایا، خدا کی قسم (ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ نے) سچ کہا اور خیر خواہ کی ہے۔ امام ابوالحسن ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی تفسیر کو عبدالرحمن بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت کیا ہے اور ابو عبد الرحمن سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ارشاد باری تعالیٰ — فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ کی تفسیر میں بعض عارفین سے حکایت کیا ہے یعنی وہ فرماتے ہیں کہ عُرْوَةُ الْوُثْقَىٰ - مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اسلام ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب توحید کی گواہی دینا ہے نیز ارشاد باری تعالیٰ :-

وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ

اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو گے۔

سہل بن عبد اللہ تبصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر میں کہا ہے :-

نِعْمَتُهُ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ (ص ۱۸)

خدا کی نعمت سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا،

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝

اور وہ جو سچ لے کر شریف لائے اور جنہوں نے تصدیق کی یہی ڈروالے ہیں۔

اکثر مفسرین کرام نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ الَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں جبکہ بعض تو یہاں تک کہتے ہیں کہ صَدَّقَ بِهِ سے بھی آپ ہی مراد ہیں اور بعض قاریوں نے صَدَّقَ کو تحقیق

۱۸ پارہ ۱۳، سورۃ ابراہیم، آیت ۳۴ }  
 ۱۹ پارہ ۱۴، سورۃ النحل، آیت ۱۸ }  
 ۲۰ پارہ ۲۲، سورۃ الزمر، آیت ۲۲



کے ساتھ یعنی صدق پہ پڑھا ہے۔ دیگر علمائے کرام فرماتے ہیں کہ صدق پہ سے مراد اہل ایمان ہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ صدق پہ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جبکہ بعض نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مراد لیے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کے علاوہ بھی اقوال منقول ہیں۔  
ارشاد خداوندی:

أَلَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوبُ  
سُن لَوْ أَنَّكَ يَا دِهِي فِي دِلْوِي كَأَجِينِ هِي  
کی تفسیر میں حضرت ابوالحجاج مجاہدین حبیر تابعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳ھ) سے مروی ہے کہ ذکر اللہ سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ہیں۔

## فصل (۲۶)

# آیات سترانی میں مکرر دو عالم کی تصدیق و شہادت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا  
وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى  
اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرًّا مِّنْ أُمَّةٍ  
اسے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی)؛  
بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور  
خوشخبری دیتا اور ڈر سنانا اور اللہ کی طرف  
اس کے حکم سے بلانا اور چمکا دینے والا  
آفتاب۔

۱۳ پارہ ۱۱، سورہ الرعد، آیت ۲۸۔ ۲۷ پارہ ۲۲، سورہ الاحزاب، آیت ۴۶، ۴۷

اس آیت کریمہ میں اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب کے عظیم الشان منصب اور اوصافِ جمیلہ کی تعریف میں بہت سی باتوں کو جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمت کے لئے آپ کو شاہد یعنی گواہ بنایا ہے کہ خالق و مالک کے جو احکامات مخلوق خدا تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری تھی وہ آپ نے پہنچا دیئے ہیں (اپنی ذمہ داری کی ادائیگی پر خود آپ کا خدا کی جانب سے گواہ ہونا)۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص سے ہے۔

نیز جو آپ کی اطاعت کریں اُن کے لیے خوشخبری دینے والا اور جو آپ کی نافرمانی کریں انہیں عذاب الہی سے ڈرانے والا بنایا ہے اور آپ توحید و عبادت کی جانب بلانے والے ہیں اور آپ کو ایسا چمکدار سورج بنایا ہے جس کے ذریعے راہ ہدایت کا پتہ چلتا ہے۔

ہم سے حدیث بیان کی ابو محمد غناب نے، اُن سے ابو القاسم حاتم بن محمد نے، اُن سے ابو الحسن قاسمی نے، اُن سے ابو زید مروزی نے، اُن سے ابو عبد اللہ محمد بن یوسف نے، اُن سے بخاری نے، اُن سے محمد بن سنان نے، اُن سے یحییٰ بن یحییٰ نے، اُن سے ہلال نے عطاء بن یسار کے ذریعے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ اور اُن سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف اور مدح و ثناء میں کچھ سنائیے۔ انہوں نے میری اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے فرمایا۔

وَاللّٰهُ عِنْدَہَا لَمَوْصُوفٌ فِی التَّوْرَةِ  
بِبَعْضِ صِفَتِہِ فِی الْقُرْآنِ یَا تِہَا  
النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَہِیْدًا وَّ مَبْشُرًا  
وَّ نَذِیْرًا وَّ حِوْزًا لِلْاَقْبِیْنِ اَمْتَ  
خدا کی قسم تو ریت میں بھی آپ کی اُن  
بعض صفات کا ذکر ہے جو قرآن کریم  
میں مذکور ہیں۔ (توریت میں یہ مضمون ہے)  
اے غیب کی خبریں دینے بٹیک ہم نے

تمہیں بھیجا ہے حاضر و ناظر، خوشخبری دیتا  
 ڈرنا مان پڑھوں کی حفاظت کرنے والا  
 تم میرے بندے اور رسول ہو میں نے  
 تمہارا نام متوکل رکھا ہے تم نہ بد اخلاق ہو  
 نہ سنگ دل، نہ بازاروں میں چلانے والے  
 ہو اور نہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دیتے ہو  
 بلکہ معاف کر دیتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس وقت  
 تمہارے دل کی روح قبض نہیں کریگا جب تک  
 ان کے ذریعے بگڑی ہوئی ملت کو درست  
 نہ کر لے اور جب تک یہ نہ کہنے لگیں کہ  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور ان کے ذریعے اندھی  
 آنکھوں، بہرے کانوں اور غافل دلوں  
 کو کھول دے گا۔

عَبْدِي وَرَسُولِي سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ  
 لَيْسَ يَفْطِرُ وَلَا غَلِيظٌ وَلَا صَنَابٌ  
 فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ  
 وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَقْبِضَهُ  
 اللَّهُ حَتَّى يُقِيمَ بِهِ الْمِيزَانَ الْعِجَابَ  
 بِأَنْ يَقُولُوا إِلَّا اللَّهُ وَ  
 يَفْتَحْ بِهِ أَعْيُنًا عَمِيًّا وَإِذَا نَأَى  
 صَوًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا (ص ۱۱)

حضرت عبدالعزیز سلام اور حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی  
 اس کے مثل منقول ہے اور بعض دیگر طرق میں بھی۔ ابن اسحاق کی روایت میں یہ الفاظ  
 بھی ہیں۔

دیرا محبوب، بازاروں میں چلانے  
 والا نہیں اور نہ وہ فحاشی کو زینت  
 دینے والا ہے نہ کوئی یہودہ بات کہنے  
 والا میں ہر جہیل قول و فعل سے اُسے  
 آراستہ کروں گا اور اُسے خلق کریم عطا

وَلَا صَنَابٌ فِي الْأَسْوَاقِ  
 وَلَا مُتَزَيِّنٌ بِالْفُحْشِ وَلَا  
 قَرَالٍ لِلْحَنَا أَسَدًا لِكُلِّ  
 جَمِيلٍ وَآهَبٌ لَهُ كُلُّ خَلْقٍ  
 كَرِيمٍ وَاجْتَلُ السَّكِينَةَ



لِبَاسَهُ وَالْبِرَّ شِعَارَهُ وَالتَّقْوَى  
 ضَمِيرَهُ وَالحِكْمَةَ مَعْقُولَهُ  
 وَالصِّدْقَ وَالْوَفَاءَ طَبِيعَتَهُ  
 وَالعَفْوَ وَالمَعْرُوفَ خُلُقَهُ  
 وَالعَدْلَ سَيْرَتَهُ وَالحَقَّ  
 شَرِيعَتَهُ وَالهُدَى أَمَامَتَهُ  
 وَالإِسْلَامَ مِلَّتَهُ وَ أَحْمَدَ  
 إِسْمَهُ أَهْدَى بِهِ بَعْدَ  
 الضَّلَالَةِ وَأَعْلَمُ بِهِ بَعْدَ  
 الجَهَالَةِ وَأَرْفَعُ بِهِ بَعْدَ  
 الخَمَالَةِ وَأُسْتَوَى بِهِ بَعْدَ  
 الشُّكْرِ وَأَكْثَرُ بِهِ بَعْدَ  
 العِلَّةِ وَأَغْنَى بِهِ بَعْدَ  
 العَيْلَةِ وَأَجْمَعُ بِهِ بَعْدَ  
 الفُرْقَةِ وَأَوْلَفُ بِهِ بَيْنَ  
 قُلُوبٍ مُخْتَلِفٍ وَأَهْوَأُ  
 مُشْتَبِهَةٍ وَأَمْرٌ مَنفَرِقَةٌ  
 وَاجْعَلْ أُمَّتَهُ خَيْرُ  
 أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

( ۲۰۰۱۹ )

عطا فرماؤں گا۔ میں سکینہ کو اس کا  
 لباس، بھلائی کو اس کا شعار، تقویٰ  
 کو اس کا ضمیر، حکمت کو اس کا پیکر، صِدق  
 و وفا کو اس کی طبیعت، عفو و احسان  
 کو اس کا خلق، عدل کو اس کی سیرت اور  
 حق کو اس کی شریعت بناؤں گا۔ ہدایت  
 اس کے آگے ہے، اسلام اس کی  
 ملت ہے اور اس کا اسم گرامی احمد ہے  
 میں گمراہی کے بعد اس کے ذریعے  
 مخلوق کو ہدایت دوں گا، جہالت  
 کے بعد اس کے ذریعے علم پھیلاؤں گا  
 پستی کے بعد اس کے ذریعے بلند  
 کروں گا، گناہی کے بعد اس کے  
 ذریعے مشہور کروں گا۔ قلت کے بعد  
 اس کے ذریعے کثرت کروں گا۔ محتاجی  
 کے بعد اس کے ذریعے فارغ البالی  
 عطا فرماؤں گا۔ منتشر ہونے کے بعد  
 لوگوں کو اس کے ذریعے اکٹھا کروں  
 گا۔ بکھرے ہوئے دلوں، منتشر خواہشوں  
 اور فرقوں میں بی ہونی امتوں کو اس  
 کے ذریعے اکٹھا کروں گا اور اس

کی امت کو مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے سب امتوں سے بہتر بناؤں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ تورات میں آپ کی توصیف میں یہ بھی ہے:-

عَبْدِي أَحْمَدُ الْمُخْتَارُ مُوَدَّةُ  
بِمَكَّةَ وَمَهَا جِرَّةُ بِالْمَدِينَةِ  
أَوْ قَالَ طَيِّبَةُ أُمَّتُهُ الْحَمَادُونَ  
يَلَهُ عَلَى كُلِّ حَالٍ - (ص ۲)

میرا خاص الخاص بندہ احمد مختار ہے  
اس کی جائے پیدائش مکہ معظمہ، ہجرت  
کی جگہ مدینہ منورہ یا طیبہ ہے اس کی  
امت ہر حالت اللہ تعالیٰ کی بہت حمد  
کرنے والی ہوگی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ  
النَّبِيَّ الَّذِي يَجِدُونَ  
مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ  
وَإِلَّا نَجِيلٍ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ  
وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ  
لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ  
الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ  
إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي  
كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ  
آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ  
وَاتَّبَعُوا التَّوْرَةَ الَّتِي أَنْزَلَ

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول سے  
پڑھے، غیب کی خبریں دینے والے کی  
جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات  
اور انجیل میں۔ وہ انہیں بھلائی کا حکم  
دے گا اور بُرائی سے منع فرمائے گا اور  
ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرما  
دے گا اور گندی چیزیں انہیں حرام  
کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ اور  
گلے کے پھندے، جو ان پر تھے، اتارے گا  
تو وہ جو ان پر ایمان لائیں اور اس کی  
تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس

نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ آتا  
وہی بامراد ہوئے۔ تم فرماؤ، اسے لوگو!  
میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا رسول  
ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی  
اُسی کو ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود  
نہیں۔ جلائے اور مارے۔ تو ایمان  
لاؤ اللہ اور اُس کے رسول، بے پڑھے  
غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اُس  
کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور ان

غلامی کرو تا کہ تم راہ پاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توصیف میں یہ بھی فرمایا ہے:-  
تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے  
محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے  
اور اگر تند مزاج، سخت دل ہوتے  
تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو  
جاتے۔ تو تم انہیں معاف فرماؤ اور  
ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان  
سے مشورہ کرو۔ اور جو کسی بات کا ارادہ  
پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو بے شک  
توکل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

امام ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ

لے پارہ ۹، سورہ الاعراف، آیت ۱۵۷۔ ۱۵۸ پارہ ۴، سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹

صَعَهُ أَوْلَيْكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ  
قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ  
اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي  
لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ  
فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ  
الْبَشَرِ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ  
وَكَالِمَتِهِ وَأَتَّبِعُوا لَعَلَّكُمْ  
تَهْتَدُونَ ۝

نہ اپنی مخلوق کو یہ احسان یا دولا یا ہے کہ اُس نے اپنے جیب یعنی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایسا بنایا ہے کہ وہ مسلمانوں پر بہت ہی مہربانی اور شفقت فرماتے والے ہیں۔ ہر کسی کے ساتھ نرمی سے برتاؤ کرتے ہیں۔ اگر انہیں بدخلق یا سخت دل بنایا جاتا تو یقیناً لوگ ان کے گرد جمع نہ ہوتے بلکہ متنفر ہو کر دور رہتے لیکن انہیں درگزر فرمانے والا، سخی، نرم دل، خوب صورت، خوب سیرت، نیکو کار، اور لطف و کرم فرمانے والا بنایا ہے۔ (اس آیت کی تفسیر میں، صحاح رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی کے مثل ہے۔

اللہ جل مجدہ نے اپنے جیب کی شان میں یہ بھی فرمایا ہے :-

وَكذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَسَطًا  
لِتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلٰى النَّاسِ  
وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ  
شَهِيدًا ۝ ٤١

اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں  
سب اُمتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں  
پر گواہ ہو۔ اور رسول تمہارے نگہبان  
و گواہ۔

ابوالحسن قابسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی افضلیت اور اُمت محمدیہ کی خصوصیت بیان فرمائی ہے۔ دوسری آیت میں اس امر کو یوں تصریحاً بیان کیا ہے :-

هُوَ سَمَّاكُمْ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ  
قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ  
الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا  
وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلٰى النَّاسِ ۝

اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام مسلمان لکھا  
ہے۔ اگلی کتابوں میں اور اس قرآن  
میں تاکہ رسول تمہارا نگہبان و گواہ ہو  
اور تم اور لوگوں پر گواہی دو۔

اس سلسلے میں یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

۱ پارہ ۲، سورہ البقرہ، آیت ۱۴۳ ۲ پارہ ۱۷، سورہ الحج، آیت ۷۸



فَكَيْفَ إِذْ جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ  
بِشَهِيدٍ وَجِئْنَاكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ  
شَهِيدًا ۗ

تو کیسی ہوگی جب ہم ہر امت سے  
ایک گواہ لائیں اور اسے محبوب تمہیں  
اُن سب پر گواہ و نگہبان بنا کر لائیں۔

مذکورہ بالا آیت میں لفظ دَسَطًا سے مراد عَدْلًا جَبَّارًا (عادِل، پسندیدہ) ہے اس آیت سے یہ معنی مراد ہیں کہ جس طرح ہم نے تمہیں ہدایت دی ہے اسی طرح محضوں فرمایا اور تمام امتوں پر فضیلت دی ہے کیونکہ تمہیں بہترین اور عادل امت بنایا ہے تاکہ تم انبیاء علیہم السلام کے اُن کی امتوں کے خلافت گواہ بن جاؤ اور تمہارا عظیم نشان رسول تمہارے صدق و صفا کی گواہی دے گا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ جب اللہ جل جلالہ دیگر انبیائے کرام سے پوچھے گا کہ کیا تم نے میرے احکامات میری مخلوق تک پہنچا دیئے تھے؟ تو وہ اثبات میں جواب دیں گے۔ اُن میں سے ہر ایک کی امت کہے گی کہ ہمارے پاس تو کوئی بشر و نذیر (نبی) آیا ہی نہیں تھا۔ اُس وقت امت محمدیہ بارگاہِ خداوندی میں انبیائے کرام کے بیان کی تصدیق کرے گی اور فخر و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہی امت کی گواہی کو درست قرار دے کر جملہ انبیائے کرام کے وامتنوں کو (مذکورہ الزام) سے پاک کر دیں گے۔

مذکورہ آیت کے معنی ہیں ایک قول یہ ہے کہ تم اپنے جملہ مخالفین پر حجت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہارے اوپر حجت ہیں۔ اس قول کی حکایت ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَلْيَسِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ لَهُمْ  
قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ط ۗ

اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ  
اُن کیلئے اُن کے رب کے پاس سچ

ط پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۴۴۔ ط پارہ ۱۱، سورۃ یونس، آیت ۲۰

کا مقام ہے۔

حضرت قتادہ (المتوفی ۱۰۰ھ)، حضرت امام حسن بصری (المتوفی ۱۱۰ھ) اور حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قَدَامَ صِدْقِ کی تفسیر میں فرمایا ہے :-

هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
ہیں جو شفاعت فرمائیں گے۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا اس کی تفسیر میں یہ قول بھی ہے کہ قَدَامَ صِدْقِ سے مراد وہ صدمہ ہے جو عشاق کو ان کی جدائی میں برداشت کرنا پڑتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۳۰ھ) سے روایت ہے کہ یہ (قَدَامَ صِدْقِ) شفاعت ہے جو ہمارے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمائیں گے اور اپنے رب کے حضور وہ چھے شفیع ہیں۔

سہل بن عبد اللہ تلمیذی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ رحمت ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں ودیعت فرمائی گئی ہے۔ محمد بن علی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۵۵ھ) کا قول ہے کہ وہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جو صادقین و صدیقین کے امام، شفیع و مطاع اور بارگاہ خداوندی کے ایسے سائل ہیں جن کا سوال ضرور پورا فرمایا جاتا

ہے مسلمانوں کا عقیدہ تو یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شفیع المذنبین ہیں لیکن امام الوہاب بیہ مولوی محمد اسمعیل دہلوی (المقتول ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) نے اپنی رسوائے زمانہ اور خلافت دین و ایمان کتاب، تقویۃ الایمان میں عقیدہ شفاعت کا مذاق اڑاتے ہوئے شان رسالت میں گستاخانہ کلمات لکھتے ہوئے کہہ دیا کہ یاد رہے چوروں کے تعانگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے دشمنان رسول کے شر سے تمام مسلمانوں کو محفوظ رکھتے ہیں

ہے۔ اُن کے اس قول کی سلمیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت کیا ہے۔

## فصل ۳

### قرآن پاک میں حضور اکرم کو خطابات

خاص لطف و کرم کی منظر آیات میں سے ایک آیت کریمہ یہ ہے :-  
 عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ  
 حَتَّى يَتَّبِعَنَّا لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا  
 وَ تَعْلَمَ الْكٰذِبِينَ ۝ ۷۰  
 اللہ تمہیں معاف کرے، تم نے انہیں  
 کیوں اذن دے دیا، جب تک نہ کھلے  
 تھے تم پر سچے اور ظاہر نہ ہوئے تھے جھوٹے

ابو محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بیان کا افتتاح ایسا ہے جس طرح  
 ابتدائے کلام میں (سلاطین اپنے امیروں و وزیروں سے) کہتے ہیں کہ اَصْلَحَكَ  
 اللَّهُ وَ اَعَزَّكَ اللَّهُ یعنی اللہ تعالیٰ تیری اصلاح کرے اور اللہ تعالیٰ تجھے عزت  
 و آبرو سے رکھے (گویا کلام سے پہلے ایسے کلمات کہنا جو دُعا کے قبیل سے ہوں  
 ایسے الفاظ سے مخاطب کرنے والے کی شفقت اور جس کو مخاطب کیا جا رہا ہے  
 اُس کے قریب خاص و علو منصب کا پتہ لگتا ہے)۔

عون بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آپ کی ظاہری بھول کا ذکر  
 کرنے سے پہلے معافی کا مژدہ سنا دیا ہے۔ امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ  
 نے اس کے معنی میں بعض حضرات سے حکایت کی ہے کہ :-

۱۰، سورۃ التوبہ، آیت ۲۳۔

عَافَاكَ اللهُ يَا سَلِيحُ الْقَلْبِ  
 اے سلیم القلب! اللہ تعالیٰ نے تمہیں  
 معاف فرما دیا تم نے انہیں اجازت  
 ہی کیوں دی؟

یہی امام ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم سے ابتدائے کلام میں یہ کہہ دیا جاتا کہ لِحْرَ اَذِنْتَ لَهُمْ (تم نے انہیں  
 اجازت ہی کیوں دی)، تو یہ اندیشہ تھا کہ کلام کی ہیبت سے کہیں آپ کا سینہ  
 مبارک چاک نہ ہو جائے، اسی لیے خدائے ذوالمنن نے بڑے سلف و کرم کے  
 ساتھ پہلے آپ کو عفو و درگزر کا مژدہ سنایا، جس سے آپ کو سکون قلب حاصل ہو گیا۔  
 اور اس کے بعد فرمایا کہ لِحْرَ اَذِنْتَ لَهُمْ۔ انہیں سچے رہنے کی اجازت نہ دیتے  
 بلکہ ان میں سے ہر ایک کے عذر کی سماعت فرماتے اور ہر ایک کا جھوٹ سچ ظاہر  
 ہونے دیتے (تاکہ ان کے میلے ہائیوں کا راز کھل جاتا۔)

اس طرز کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم کا وہ عظیم الشان مقام ہے جو کسی صاحب عقل و دانش پر پوشیدہ نہیں اس  
 آیت مبارکہ کے ذریعے اللہ جل شانہ کا اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وہ لطف  
 و کرم ثابت ہوتا ہے جس کی نہایت معلوم کرنے سے انسان عاجز ہے

امام ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن محمد نبطویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں  
 کا خیال ہے کہ اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عتاب فرمایا گیا ہے  
 حالانکہ دامن مصطفیٰ اس الزام سے بالکل پاک ہے کیونکہ آپ کو اس فیصلے کا اختیار

عہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نام نہاد مسلمانوں سے حشم پوشی کرنا یا ان کی دلجوئی  
 کرنا اچھا نہیں بلکہ ان کی اسلام دشمنی کا راز طشت از بام کرنا موجبِ رضائے  
 الہی ہے بندوں اور کیمونسوں کے یاروں اور پیاروں سے مسلمانوں کو خبردار رہنا چاہیے۔



دیا گیا تھا۔ (بات تو صرف اتنی ہے) کہ جب فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منافقین کو پیچھے رہنے کی اجازت دے دی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتایا کہ منافقین کو اگر اجازت نہ ملتی تب بھی انہوں نے اپنے نفاق کے باعث گھروں میں بیٹھنا تھا اور اب جبکہ اجازت دے دی تو یہ بھی بُرا نہیں کیا ہے۔

فقیرہ ابو الفیصل قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۲۲ھ) توفیق الہی سے فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ رضائے الہی حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے اور وہ اس طرح کہ اپنے کردار و اطوار کی باگ شریعتِ مطہرہ کو بنائے، اپنے اخلاق کو قرآنی آداب سے مزین کرے، قول و فعل اور معاملہ و معاملہ میں بھی قرآنی ادب جلوہ گر نظر آئے، یہی چیز حقیقی معارف کا عنصر اور دینی و دنیاوی آداب کا کلبستان ہے۔

چاہیے کہ ربِّ کائنات سے سوال کرتے وقت اُس عجیب لُطف و کرم کو (جس کا ذکر سطورِ بالا میں لِحَا اِذْنَتْ لِحْمُوکَ تَحْتَ پوچھا ہے) یاد رکھنے اور اس میں غور کرے، حالانکہ سب پر انعامات کی بارش برسائے والی اُسی کی ذات ہے وہ سب سے مستغنی ہے اور ان فوائد میں بھی غور کرے کہ اُس تبارک و تعالیٰ نے کلام کی ابتدا کس طرح فرمائی کہ عتاب سے پہلے اکرام اور ذنب کے ذکر سے پہلے عفو و درگزر سے مانوس کیا۔ یہ اس صورت میں ہے کہ ایسا کرنا کسی بھی مرحلے پر ذنب شمار کیا جاسکتا ہو۔۔۔ یہ بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

وَلَوْلَا اَنْ شَبَبْنَاكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنْ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ۗ  
اور اگر تم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ تم ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے۔

بعض متکلمین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام صلوات اللہ تعالیٰ

۱۵ پارہ ۱۵، سورہ بنی اسرائیل آیت ۷۴

علیہم پر لغزشوں کے بعد خطاب فرمایا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لغزش سے واقع ہونے سے پہلے ہی عتاب فرمایا گیا تاکہ اس کے باعث وہ لغزش سے کوسوں دور رہیں اور شرائط محبت کی پوری طرح حفاظت کر سکیں۔ یہ بات انتہائی نگاہ غنایت کی غماز ہے خود تو فرمائیے کہ اللہ جل مجدہ نے پہلے آپ کے ثبات و سلامتی کا تذکرہ کیا اور اس کے بعد اُس امر کا ذکر فرمایا جس پر عتاب کیا جا رہا ہے اور جس کی جانب مائل ہونے کا خدشہ ہو سکتا تھا (سبحان اللہ) اثنائے عتاب میں خود آپ کی برأت کا اعلان کیا جا رہا ہے اور واوئی تحریف میں آپ کو محفوظ و مامون اور سلامت باکرامت رکھا جا رہا ہے۔ اسی کے مثل ارشادِ خداوندی یہ بھی ہے :-

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ  
الَّذِينَ يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا  
يُكذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ  
بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ۝

ہمیں معلوم ہے کہ تمہیں رنج دیتی ہے  
وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں تو وہ تمہیں  
نہیں جھٹلاتے۔ بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں  
سے انکار کرتے ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المتوفی ۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ہم آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ اُس چیز کے منکر ہیں جو آپ ہمارے پاس لے کر (قرآن کریم) آئے ہیں اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ لایکذِّبُونَكَ نازل فرمائی تھی۔

یہ بھی روایت ہے کہ جب قوم نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو ان کے اس طرز عمل سے آپ کو بڑا دکھ ہوا۔ اُس وقت آپ کی بارگاہ میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے :- یا رسول اللہ!

سجہ پارہ ۷، سورہ الانعام، آیت ۳۳۔

آپ کو کس بات سے دکھ پہنچا ہے؟ — فرمایا، میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے۔ یہ عرض گزار ہوئے، یا رسول اللہ! کیا واقعی وہ جانتے ہیں کہ آپ سچے رسول ہیں؟ — اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی تھی۔

(قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تسلی و تشفی کے لئے بڑا لطیف طریقہ اختیار فرمایا ہے اور بڑے لطف و کرم سے مخاطب کیا ہے کیونکہ آپ کا صادق ہونا تو کفار کے نزدیک بھی مسلمہ ہے لہذا وہ اس امر کو جھٹلا نہیں سکتے جب کہ آپ کے صدق کا وہ اپنی زبانوں سے اقرار کرتے اور دل سے اعتقاد رکھتے ہیں۔ حاشی کہ اعلان نبوت سے پہلے آپ کو وہ امین تسلیم کرتے اور اس صفت سے موصوف ٹھہراتے رہے ہیں۔ — اس تقریر سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے دلی صدمہ کو رفع فرما دیا جو کفار کے کذب و افتراء کے باعث پیدا ہو گیا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان ویدہ وائستہ انکار کرنے والوں کو ظالم قرار دیتے ہوئے فرمایا وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بآيٰٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ اور ادھر آپ کو الزامات سے بری کیا تو ادھر آیات الہیہ کا انکار کرنے والوں کی گردنوں میں عناد کا طوق ڈال دیا کیونکہ حقیقت میں ایسا کرنا بہت بڑا ظلم ہے کہ ایک چیز کا علم رکھتا ہو اور جان بوجھ کر اس کا انکار کر دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

وَجْحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا  
 اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۙ  
 اور ان کے منکر ہوئے اور ان کے  
 دلوں میں ان کا یقین تھا ظلم اور تکبر سے۔

پارہ ۱۹، سورۃ النمل، آیت ۱۴۔

پھر اس موقع پر گزشتہ انبیائے کرام کا ذکر کر کے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسلی و تسفی دی ہے اور نصرت کا وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ اس ارشاد باری تعالیٰ میں ہے :-

وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كَذَّبُوا وَآوَدُوا إِلَىٰ آتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ط وَلَقَدْ جَاءَ مِنْ نَّبَائِ الْمُرْسَلِينَ ط

اور تم سے پہلے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے صبر کیا اس جھٹلانے پر اور انہیں پانے پر یہاں تک کہ انہیں ہماری مدد آئی اور اللہ کی باتیں بدلنے والا کوئی نہیں اور تمہارے پاس رسولوں کی خبریں آہی چکی ہیں۔

جنہوں نے یٰكُذِّبُوْنَكَ کو ذال کی تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے ان کے نزدیک اس ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ تمہیں جھوٹا نہیں پاتے اور امامِ فراوانِ کسائی رحمۃ اللہ علیہا کے نزدیک مطلب یہ ہے کہ اسے حبیب ! وہ کب کہتے ہیں کہ تم جھوٹے ہو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ نہ تمہارے جھوٹ پر وہ استدلال کر سکتے ہیں اور نہ کوئی ایسی بات ثابت ہی کر سکتے ہیں۔ جن حضرات نے یٰكُذِّبُوْنَكَ کو ذال کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے ان کے نزدیک معنی یہ ہے کہ وہ جھوٹ کی جانب تمہاری نسبت تو نہیں کرتے۔ اس کا مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ وہ تمہارے کذب کا عقیدہ تو نہیں رکھتے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو خصائص بیان ہوئے اور جن کے



ذریعے اللہ تعالیٰ نے آپ کو معزز و مکرم فرمایا ہے اُن میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو اُن کے نام لے کر مخاطب کیا ہے یعنی فرمایا:۔ **يَا آدَمُ — يَا نُوحُ — يَا إِبْرَاهِيمَ**  
**يَا مُوسَى — يَا دَاوُدَ — يَا عِيسَى — يَا ذَكْرِيَا — يَا يَحْيَى**  
 لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مخاطب نہیں کیا مگر القاب کے ساتھ یعنی  
**يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ — يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ — يَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُ**  
**يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ** وغیرہ

## فصل (۴)

# قرآن پاک میں حضور کی زندگی کی قسم

چنانچہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

**لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ كَفَىٰ سَكْرَتِهِمْ**  
**يَعْمَهُونَ ۗ**

اے محبوب! تمہاری جان کی قسم  
 بیشک وہ اپنے نشہ میں بھٹک رہے

ہیں۔

تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدت حیات کی قسم یاد فرمائی گئی ہے۔ مگر کا عین اگرچہ اصل میں مضموم ہوتا ہے لیکن کثرت استعمال کے باعث مفتوح ہو گیا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہو گا کہ اے محمد! تمہاری بقا کی قسم۔ اور یہ بھی کہا

۱۴ پارہ ۱۴، سورۃ الحج، آیت ۷۲

گیا ہے کہ تمہارے موجود ہونے کی قسم۔۔۔ اور یہ بھی قول ہے کہ تمہاری حیات کی قسم۔۔۔ یہ تعظیم کا انتہائی درجہ اور غایت اعزاز و اکرام ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چھوٹی یا بڑی چیز ایسی پیدا نہیں فرمائی جو اس کے نزدیک سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ معزز و مکرم ہو اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سوا کسی دوسرے کی زندگی کی قسم کھائی ہو۔ ابوالجوزاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی کیونکہ آپ ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری مخلوق سے بزرگ تر ہیں۔۔۔ اور یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ جل شانہ ہے :-

يَسَّ ۙ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۙ إِنَّكَ  
بَيْنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَى صِدْقٍ  
مُسْتَقِيمٍ ۙ

یس۔ حکمت والے قرآن کی قسم،  
بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے  
گئے ہو۔

لفظ یس کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ ابومحمد کی رحمۃ اللہ علیہ نے حکایت بیان کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرے دش نام ہیں جن میں سے دو

پارہ ۲۲، سورہ یسین، آیت ۱۰ تا ۱۲۔

لیکن امام الوہابیز مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی رسول دشمنی ملاحظہ ہو کہ ان کے نزدیک چار ساری مخلوق سے معزز و مکرم ہے اور ساری مخلوق وہ چھوٹی ہو یا بڑی خدا کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے موصوف کے اپنے لفظ یہ ہیں :- ”اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے بھی ذلیل ہے۔“

(تقویۃ الایمان، مطبوعہ اشرف پریس لاہور ص ۲۳)

نام ظنہ اور یسین ہیں۔

ابو عبد الرحمن سلمیٰ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۷ھ) نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکایت کی ہے کہ لفظ یسین سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یا سید کہہ کر خطاب کرنا مراد ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اس لفظ کے ذریعے فخر و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ کہا گیا ہے کہ اے انسان کامل! — یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ قسم ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے ایک ہے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے یا محمد مراد ہے۔ بعض نے فردا کمل اور کسی نے انسان کامل بھی معنی بتایا ہے۔ امام محمد بن الحنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یسین کا معنی یا محمد ہے۔

کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ لفظ یسین قسم ہے اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے قسم کھائی تھی کہ محمد! بیشک تم زمرہٴ مسلمین سے ہو اور اس کے بعد فرمایا کہ حکمت والے قرآن کی قسم، تم ضرور گروہِ مسلمین سے ہو۔

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ لفظ اسماء النبی سے ہے یا اس کا قسم تو نادرست مان لیا جائے، دونوں صورتوں میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ تعظیم پائی جاتی ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور دوسری قسم کا اس پر معطوف ہونا قسم کو مزید مؤکد کر رہا ہے اور اگر اسے نداء کے لئے مانا جائے تب بھی اس کے بعد قسم موجود ہے جس سے آپ کی رسالت کا تحقق ہوا ہے اور آپ کے ہادوثی برحق ہونے کی شہادت دی جا رہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ایم گرامی اور آپ کی کتاب مقدس کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ تم ضرور گروہِ مسلمین سے ہو اور وحی الہی کو اس کے بندوں تک

پہنچاتے ہو اور اپنے پیغمبر انہ ایمان کے ذریعے صراطِ مستقیم پر جو یعنی ایسے راستے پر جو جس میں نہ کوئی کجی ہے اور نہ حق سے عدول پایا جاتا ہے۔

نقاشِ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کی رسالت پر اپنی کتاب میں قسم نہیں کھائی اور اس میں فخر و وعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غایت کی غایت درجہ تعظیم و تکریم پائی جاتی ہے۔ اور اس تاویل کا تو کہنا ہی کیا، جو کہا گیا ہے کہ لفظین سے مراد یاسید ہے اس میں تو آپ کی صریح تعظیم موجود ہے جیسا کہ فخر و وعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ میں آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کا سردار ہوں۔ اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہتا۔۔۔ یہ بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے :-

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ  
حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ  
وَمَا وَلَدَاهُ لَه  
مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم  
اس شہر میں تشریف فرما ہو اور تمہارے  
باپ ابراہیم کی قسم اور اس کی اولاد کی  
کہ تم ہو۔

اس کی تفسیر میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمہارے چلے جانے کے بعد میں اس شہر کی قسم نہیں کھاتا۔ اس معنی کی حکایت امام مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں لا زائد ہے اور مطلب یہ ہے کہ مجھے اس شہر کی قسم اور تمہیں اس شہر میں رہنا حلال ہے یا جو کچھ تم اس شہر میں کرو وہ حلال ہے۔ اور دونوں تفسیروں کے مطابق اس شہر سے بامراد مکہ معظمہ ہے۔

امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تمہارے اس شہر کی قسم یاد فرماتا ہوں جسے تم اپنے قدمِ مہینتِ لزوم سے نوازو گے اور اپنی حیات و مہمات کے پارہ ۳۰، سورۃ البلد، آیت ۳۱۔



کی برکت سے جسے مشرف کرو گے۔ اُس شہر سے مراد مدینہ منورہ ہے۔  
 (قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ) پہلا قول زیادہ صحیح ہے (یعنی اُس  
 شہر سے مراد مکہ معظمہ ہے) کیونکہ یہ سورۃ مکی ہے اور اس کے بعد والا کلام حلی  
 بِهَذَا الْبَلَدِ قَوْلِ اَوَّلِ كِتَابِ صَحِيحٍ كَرِهَ اَبُو هُرَيْرَةَ۔ اور اسی کے مثل ارشاد  
 بَارِي تَعَالَى: وَهَذَا الْبَلَدِ الْاَمِينِ کی تفسیر میں ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ  
 کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اقامت و تشریف کے باعث آپ  
 کی جائے قیام کو امان والی بنا دیا۔ جہاں آپ تشریف فرما ہوں وہی جگہ امان  
 والی ہے کیونکہ یہ وابستہ ہے۔ فخر و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی  
 سے۔ اس کے بعد وَ الْاِيَادِ مَا وُلَدَاہُ فرمایا ہے جس نے والد  
 سے حضرت آدم علیہ السلام مراد لئے ہیں تو یہ (حضرت ابو البشر کی) عموم ابوت  
 کے باعث ہے اور بعض حضرات کا یہ قول ہے کہ والد سے مراد حضرت ابراہیم  
 علیہ السلام ہیں اور وَمَا وُلَدَاہُ سے انشاء اللہ تعالیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے۔

اس سورت (البلد) میں دو مقام پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم  
 کا ذکر ہے۔ اللہ جل مجدہ نے اس سلسلے میں یہ بھی فرمایا ہے :-  
 الْقُرْآنَ الَّذِي نَزَّلْنَا فِي الْبَلَدِ الْمَكِّيِّ وَ الَّذِي نَزَّلْنَا فِي الْبَلَدِ الْمَدِينِيِّ  
 فِيهِ طَهْدَى لِلْمُتَّقِينَ ۝۱۰  
 وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں، اس میں ہدایت ہے ڈروالوں کو۔

حضرت عبدالقدوس بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ یہ (الْحَدَّ)  
 حروفِ اقسام سے ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔ ان  
 کے پارہ پہلا، سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۱۔

کے اور ان کے علاوہ دوسرے حضرات کے اور اقوال بھی اس کی تفسیر میں ہیں  
حضرت سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں الف  
سے مراد اللہ تعالیٰ ہے الام سے جبرئیل علیہ السلام اور مسم سے سینا محمد رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قول کی حکایت  
کی ہے لیکن انھوں نے حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کی جانب اسے منسوب  
نہیں کیا ہے اور یہ معنی بتائے ہیں کہ اللہ عزوجل نے جبرئیل امین کے ذریعے  
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اس قرآن کریم کو نازل کیا ہے جس میں کوئی  
شک و شبہ نہیں ہے۔

وجہ اول کے لحاظ سے کہ اس میں قسم کا احتمال ہے، مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب  
(قرآن کریم) حق ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے (وجہ دوم کے لحاظ سے)  
اس میں یہ فضیلت پائی جاتی ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے نام کے ساتھ  
اپنے حبیب کے نام کو ملا یا ہے جس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے ق ۵ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ کی تفسیر میں کہا  
ہے کہ قسم ہے مجھے اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قوت قلب کی،  
جس نے اپنے پروردگار کے خطاب اور شاہدے کا تحمل کیا اور اپنے حال کی  
بلندی کے باعث بے حال نہ ہوئے۔

ایک قول یہ ہے کہ وہ (ق) قرآن کریم کا ایک نام ہے۔  
یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ  
اسے پارہ ۲۶، سورہ ق، آیت پہلی۔

عہ اسی لئے تو کہا گیا ہے۔  
موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات  
تو عین ذات می نگری در پستہ

ایک پہاڑ ہے جس نے ساری زمین کو گھیرا ہوا ہے۔ اس کی تفسیر میں ان کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں۔

امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وَالنَّجْمُ إِذَا هَوَىٰ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ النَّجْمُ سے مراد حضرت رسالت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قلب مبارک ہے اور هَوَىٰ سے مراد اس کا الوارہ الہیہ سے بھر جانا ہے اور بعض نے کہا کہ غیر اللہ سے منقطع ہو جانا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرًا کی تفسیر میں ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ النَّجْمُ سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں کیونکہ ایمان کے چشمے آپ سے پھوٹتے ہیں

## فصل ۵

### اللہ تعالیٰ اپنے جیب کے نام کی قسم کھاتا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَالضُّحَىٰ ۝ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ  
مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ ۝  
وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ ۝  
وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ

چاشت کی قسم اور رات کی جب پردہ  
ڈالے کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ  
چھوڑا اور نہ مکر وہ جانا اور بیشک پچھلی  
تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے اور

۱۰ پارہ ۲۶، سورۃ النجم آیت پہلی۔ ۱۱ پارہ ۳، سورۃ الفجر، آیت ۲۰۱۔

فَتَرْضَىٰ ۚ أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا  
 فَآوَىٰ ۚ وَوَجَدَكَ ضَالًّا  
 فَهَدَىٰ ۚ وَوَجَدَكَ عَائِلًا  
 فَأَغْنَىٰ ۚ فَأَمَّا الْبَيْتُ  
 فَلَا تَقْهَرُهُ وَأَمَّا  
 الشَّاتِلُ فَلَا تَنْهَرُهُ  
 وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ  
 فَحَدِيثٌ ۚ لَّ

بیشک قریب ہے تمہارا رب تمہیں  
 اتنا دے گا کہ تم راہنی ہو جاؤ گے۔ کیا  
 اُس نے تمہیں یتیم نہ پایا۔ پھر جگہ دی اور  
 تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی  
 طرف راہ دی۔ اور تمہیں حاجت مند  
 پایا۔ پھر غنی کر دیا۔ تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو  
 اور منگتا کو نہ جھڑکو اور اپنے رب کی  
 نعمت کا خوب چرچا کرو۔

اس سورت کے سبب نزول میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے  
 کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی عذر کے باعث قیام لیل ترک کیا ہوا تھا  
 تو اس موقع پر کسی شخص نے اس بارے میں چیتھی ہوئی بات کہہ دی  
 ایک قول یہ ہے کہ چند روز وہی بند رہی اور اس کے پیش نظر مشرکین طرح طرح  
 کی باتیں کرنے لگے، جن کی زبان بند سی کے لئے یہ سورت نازل ہوئی۔

امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے  
 اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم اور قدر و منزلت کو چھ وجہ سے  
 ظاہر کیا ہے :-

وجہ اول :- اللہ تعالیٰ نے حالت محبوت کی خبر دیتے ہوئے فرمایا :- وَالضُّحَىٰ  
 وَاللَّيْلِ إِذَا مَجَّىٰ ۚ یعنی دو پہر اور رات کے رب کی قسم یا دو پہر صبحے چمکتے  
 ہوئے روشن چہرے والے اور رات کی طرح سیاہ زلفوں والے محبوب کے  
 رب کی قسم۔ (باری تعالیٰ کے اپنی قسم کھا کر یقین دلانے میں) نبی کریم صلی اللہ  
 علیہ وسلم پارہ ۳۰، سورہ الضحیٰ۔



تعالیٰ علیہ وسلم کی غایت درجہ فضیلت و کرامت ظاہر ہوتی ہے۔

وجہ دوم۔ بارگاہِ خداوندی میں جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عظیم منصب اور اتہائی قدر و منزلت ہے اس کو مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ سے ظاہر کیا کہ نہ تمہیں خدا نے چھوڑا ہے اور نہ وہ تم سے ناراض ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تمہیں ساری مخلوق سے چُن لینے کے بعد کیسے چھوڑا جاسکتا ہے۔

وجہ سوم۔ ارشاد باری تعالیٰ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ کی تفسیر میں

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ آخرت میں تمہارا مقام دنیاوی منصب کی نسبت اظہارِ کرامت و بزرگی کے باعث زیادہ معظّم ہوگا۔ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ چونکہ آخرت میں شفاعت و مقام محمود کو تمہارے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اس لئے دنیاوی زندگی سے تمہاری آخری زندگی زیادہ بہتر ہوگی۔

وجہ چہارم۔ فرمانِ خداوندی: - وَكَسَوْنَا يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ یہ آیت کریمہ وجہ کرامت، انواعِ سعادت اور دونوں جہانوں کے انعامات کثیرہ کی جامع ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ دنیا میں تمہیں کامیابی دے کر اور آخرت میں ثواب دے کر راضی کر لیا جائے گا۔ بعض کا قول ہے کہ شفاعت و خواص کو ثمرِ رحمت فرما کر راضی کر لیا ہے۔

فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض شہزادوں سے روایت ہے کہ قرآن کریم کی اس آیت سے بڑھ کر ڈھارس بندھانے والی آیت اور کوئی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہرگز راضی نہیں ہوں گے اگر آپ کا ایک ہمتی بھی دوزخ میں رہ گیا۔

وجہ پنجم۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے یہاں تک اپنے ان انعامات اور

لطف و کرم کا ذکر فرمایا ہے۔ جن کی آپ پر بارش ہوتی رہی۔ اس کے آگے عظیم الشان منصب تک پہنچانے اور آپ کے ذریعے مخلوق کو ہدایت دینے کا ذکر ہے (جیسا کہ ان کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں)۔ نیز اس امر کا ذکر فرمایا ہے کہ آپ کے پاس مال نہ تھا تو مال دے کر غنی کر دیا یا آپ کے قلب مبارک کو قناعت استغنا سے بھر لو کر دیا اور آپ کو یتیم پایا تھا تو آپ کے چچا (جناب ابوطالب) کو آپ پر مہربان کر کے ان کے پاس ٹھکانا مرحمت فرما دیا۔ اس کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ:-

الْكَرِيمُ يَجِدُكَ فَهَدَى بِكَ  
ضَالًّا وَاعْتَنَى بِكَ عَائِلًا  
وَادَى بِكَ يَتِيمًا۔ (ص ۲۹)

کیا تمہیں ایسی حالت میں نہ پایا کہ  
تمہارے ذریعے گمراہ کو ہدایت دی،  
کنگال کو غنی کیا اور یتیم کو ٹھکانا بخشا۔

یہ بات تفاسیر سے معلوم ہو چکی ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کے بچپن میں بے یار و مددگار نہ چھوڑا، جو بظاہر کس میری اور یتیمی کا زمانہ تھا، تو ساری مخلوق سے چُن لینے اور اپنا حبیب بنا لینے کے بعد کس طرح چھوڑا جا سکتا ہے۔

وجہ ششم۔ اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ جن انعامات سے تمہیں نوازا گیا ہے، ان کا اظہار کرو اور جس عالی منصب پر تمہیں فائز کیا ہے، اس کی شکر گزاری کے طور پر لوگوں میں خوب نشر و اشاعت کرو۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:- وَإِذْ أَنْعَمْنَا عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ کیونکہ نعمت کا بیان کرنا بھی شکر گزاری ہے۔ یہ امر حضور علیہ السلام کے لئے خاص اور امت محمدیہ کے لئے عام ہے۔ — نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تذکرہ فضیلت کے اظہار میں یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اس پیارے چمکتے تارے محمدؐ کی قسم،  
 جب یہ معراج سے اترے اٹھائے  
 صاحب نہ بہکے، نہ بے راہ چلے اور  
 اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں  
 کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی  
 سے۔ انہیں سکھایا سخت قوتوں والے  
 طاقتور نے پھر اس جلوہ نے قصد فرمایا  
 اور وہ آسمانِ بری کے سب سے بلند  
 کنارے پر تھا۔ پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا،  
 پھر خوب اتر آیا، تو اس جلوے اور اس  
 محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس  
 سے بھی کم۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے  
 کو جو وحی فرمائی۔ دل نے جھوٹ نہ کہا جو  
 دیکھا تو کیا تم ان سے ان کے دیکھے ہوئے  
 پر جھگڑتے ہو اور انہوں نے تو جلوہ دوبار  
 دیکھا سدرۃ المنتہی کے پاس، اس کے  
 پاس جنت المادی ہے جب سدرہ پر  
 چھارہ ہاتھ جو چھارہ ہاتھ تھا۔ آنکھ نہ کسی طرف  
 پھری نہ حد سے بڑھی۔ بیشک اپنے رب  
 کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۖ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ  
 وَمَا غَوَىٰ ۚ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ  
 إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ عَلَّمَهُ  
 شَدِيدُ الْقُوَىٰ ۚ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ  
 وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ ۚ ثُمَّ دَنَا  
 فَتَدَلَّىٰ ۚ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ  
 أَوْ أَدْنَىٰ ۚ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ  
 مَا أَوْحَىٰ ۚ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ  
 مَا رَأَىٰ ۚ أَفَتُمَرُونَهُ عَلَىٰ مَا  
 يُرَىٰ ۚ وَلَقَدْ رَأَاهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ  
 عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ ۚ عِنْدَهَا  
 جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ۚ إِذْ يَخْشَى  
 السِّدْرَةَ مَا يَخْشَىٰ ۚ مَا زَاغَ  
 الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۚ لَقَدْ رَأَىٰ  
 مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ۚ

۱۸ پارہ ۲۷، سورۃ النجم، آیت ۱ تا ۱۸

ارشاد باری تعالیٰ وَالنَّجْمِ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے —  
ایک قول یہ ہے کہ نجم اپنے ظاہری معنی میں ہے — دوسرا قول یہ ہے  
کہ اس سے قرآن کریم مراد ہے کیونکہ یہ بھی نَجْمًا نَجْمًا (آہستہ آہستہ) نازل  
ہوا تھا — امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اس سے سیدنا  
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں — سہل بن عبد اللہ شتری رحمۃ  
اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد قلب مصطفیٰ ہے — اور ارشاد باری  
تعالیٰ :- وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝  
میں بھی نجم سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات مراد  
ہے۔ اس قول کی حکایت امام ابو عبد الرحمن السلمی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔  
یہ آیات سورۃ النجم کی، فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتنے فضائل  
و کمالات بیان کر رہی ہیں جن کا تفصیلی شمار زبان و بیان کی طاقت سے باہر ہے  
اللہ جل مجدہ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہادی ہونے کی قسم  
یا فرمائی ہے نیز آپ کے نفسانی خواہشات سے پاک اور صدق و امانت سے  
مالا مال ہونے پر قسم کھائی اور ذکر فرمایا کہ جو کچھ یہ تلاوت کرتے ہیں وہ یقیناً وحی  
الہی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے جو بڑی قوت و امانت والے ہیں اس کلام کو اللہ  
رَبُّ الْعِزَّتِ کی طرف سے ان تک پہنچایا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی  
آخر الزمان سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس فضیلت کا ذکر فرمایا  
جو آپ کو معراج و اسری کے ذریعے عطا فرمائی تھی اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچنے کا  
ذکر فرمایا۔ نگاہ مصطفیٰ کی شایان شان وادوی اور حبیب پروردگار نے دستِ قدرت  
کے جن کمالات اور نشانات کا معائنہ کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر فرمایا —  
اس واقعہ معراج کے ابتدائی حالات سورہ بنی اسرائیل میں بھی مذکور ہوئے ہیں



فخر و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عالم جبروت سے جو کچھ منکشف ہوا۔ اور  
عالم ملکوت کے جن عجائبات کا آپ نے مشاہدہ فرمایا زبان و قلم ان کے احاطے  
سے قاصر ہیں اور عقلمیں ان کے سننے اور سمجھنے سے عاجز ہیں اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ  
نے ان کا ذکر اشارے کنائے کے طور پر فرمایا ہے جو فحامت اور عظمت امر کی  
دلیل ہے۔ اسی لئے تو ارشاد خداوندی ہوا: **فَأَدْخِلْنِي عِبَادَةً مَا أَدْخِي** ۵  
— اس قسم کے کلام کو اہل فصاحت و بلاغت نے وحی و اشارہ سے موسوم  
کیا ہے اور ان کے نزدیک ایسا کلام ایجاز کے میدان میں سب سے بلند شمار ہوتا  
ہے — **فرمان خداوندی: لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى** ۵  
یعنی آپ کی جانب وہ باتیں وحی فرمائی گئیں جن کے سمجھنے سے عقلمیں عاجز ہیں اور  
آپ نے قدرت الہیہ کی ان بڑی بڑی نشانیوں کو دیکھا جن کو سمجھتے وقت عقل کے  
پتے سوائے حیرت کے کچھ نہیں پڑے گا۔

**ابو الفضل قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ** فرماتے ہیں کہ یہ آیات اس بات کو  
ظاہر کرتی ہیں کہ اس سیر میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے سائر لامکان شہنشاہ و وجہا  
**حبیب الرحمن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم** کا علی وجہ الکمال تزکیہ فرمایا اور اس کی جملہ  
آفات سے آپ کو محفوظ و مامون رکھا اور آپ کے قلب اطہر، زبان مبارک  
اور جوارح مقدسہ کا تزکیہ بھی فرمایا تھا، جیسا کہ قلب النور کے متعلق فرمایا ہے:۔  
— **مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى** ۵ اور زبان مصطفیٰ کے بارے میں  
فرمایا:۔ **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَّحْيٌ يُوحَىٰ ۝** —  
نگاہ مصطفیٰ کے بارے میں ارشاد ہے:۔ **مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ۝**  
— **توصیف مصطفیٰ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:۔**  
**فَلَا تُسْمِعُ بِالْخُنُوسِ ۝ الْجُودِ** تو قسم ہے ان کی جوائے پھر یہی

انكُنْسِرْ ۝ وَاللَّيْلِ اِذَا غَسَسَ ۝  
 وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝ اِنَّهُ  
 لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِي  
 قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ  
 مَكِيْنٍ ۝ مَطَٰعٍ ثُمَّ اَمِيْنٍ ۝  
 وَمَا صَاحِبُكُمْ بِبَجْنُوْنٍ ۝  
 وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝  
 وَمَا هُوَ عَلٰى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝  
 وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝

چلیں، تھم رہیں اور رات کی جب پلٹیں  
 دسے اور صبح کی جب دم لے لے بیشک  
 یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو  
 قوت والا ہے مالک عرش کے حضور  
 عزت والا۔ وہاں اُس کا حکم مانا جاتا  
 ہے۔ امانت دار ہے اور تمہارے حساب  
 محنون نہیں۔ اور بیشک انہوں نے  
 اُسے روشن کنار پر دیکھا اور یہ نبی  
 غیب بتانے میں بخیل نہیں اور قرآن  
 مرد و شیطان کا پڑھا ہوا نہیں۔

لَا اَقِيْمُ سے مراد ہے کہ میں قسم یاد فرماتا ہوں کہ ایسے ممتاز پیغام رسا  
 کا پہنچا یا ہوا کلام ہے جو باری تعالیٰ کے نزدیک منصب رفیع تر فائز ہے اور  
 وحی الہی کو پہنچانے کی ذمہ داری کا بار اٹھانے کی پوری پوری طاقت رکھتا ہے  
 اور اپنے رب کے حکم سے ایک اعلیٰ مقام پر حکم کے انتظار میں قیام پذیر رہتا ہے  
 سماوی مخلوق اُس کی اطاعت گزار ہے اور وحی کے معاملے میں وہ انتہائی  
 ذمہ دار اور امین ہے۔

حضرت علی بن علی رضی اللہ عنہما وغیرہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں رَسُوْلٍ  
 کَرِيْمٍ سے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں، لہذا آگے جتنے  
 بھی اوصاف مذکور ہوئے ہیں وہ سب سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کی جانب ہی راجع ہوں گے۔ بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ یہاں  
 رَسُوْلٍ کَرِيْمٍ سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں تو اس بنا پر جتنے اوصاف

آگے بیان ہوئے ہیں وہ سب ان کی جانب منسوب ہوں گے۔ اور  
وَلَقَدْ زَاغُوا فِي تَفْسِيرِهِمْ ذُو قَوْلٍ مِّنْهُ

قِيلَ زَاغُوا بِرَبِّهِمْ وَقِيلَ زَاغُوا  
جِبْرِيلُ فِي صُورَتِهِ (ص ۳۲)

ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے  
رب کو دیکھا اور دوسرا قول یہ ہے  
کہ حضرت جبریل کو ان کی اصلی صورت  
میں دیکھا۔

اور ارشاد باری تعالیٰ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِينٍ ۝ سے مراد یہ  
ہے کہ میرا حبیب غیب کے بارے میں متہم نہیں ہے اور جس نے اس  
لفظ (الْبِظْنِينِ) کو ضاد کے ساتھ (بِظْنِينِ) پڑھا ہے کہ حبیب خدا غیبی علوم  
و احکام کی تعلیم و تذکیر میں کسی نخل سے کام نہیں لیتے اور اس بات پر حجلہ مشیرین  
کا اتفاق ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت بیان فرمائی گئی  
ہے تو صیغہ مصطفیٰ میں یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے ۱۔

ن ۵ وَالْقَلْبِ وَمَا يُسْطَرْدُونَ  
مَا أَنْتَ بِنِعْمَةٍ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ  
وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ  
وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ  
فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ  
بِأَيْكُمُ الْمَفْتُونُونَ ۵ إِنَّ رَبَّكَ  
هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

قلم اور ان کے لکھے کی قسم تم اپنے رب  
کے نفل سے مجنون نہیں اور ضرور تمہارے  
لئے بے انتہا ثواب ہے اور بے شک  
تمہاری خوبی بڑی شان کی ہے۔ تو  
اب کوئی دم جانا ہے کہ تم بھی دیکھ لو  
گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں  
کون مجنون تھا۔ بیشک تمہارا رب

۵۔ یعنی ان پر چھاپ رکھنے کا الزام مائد نہیں ہو سکتا کیونکہ جن علوم غیبیہ کا تعلق بتانے سے ہے  
انکے بتانے میں وہ کسی نخل سے کام نہیں لیتے بلکہ شب روز دوسروں کو ان پر مطلع کرتے ہیں

سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ  
 فَلَا تَطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ۝ وَدُّوا  
 لَوْ تَدَاهِنَ فَبِذْهَبٍ ۝  
 وَلَا تَطِعْ كُلَّ خَلَّابٍ مَّهِينٍ ۝  
 هَمَّا زَيْنَبُيْمٌ مِّنَّا لِلْخَيْرِ  
 مُعْتَدٍ أَتَيْمِهِ عَثَلٌ ۚ بَعْدَ  
 ذَلِكَ سَأَى نِيُورَةً إِنْ كَانَ ذَا  
 مَالٍ وَبَيْنَ ۝ إِذَا تَشَلَّى عَلَيْهِ  
 أَيَاتُنَا قَالَ أَسَا طَيْرُ  
 الْأَوْكَلِينَ ۝ سَنَسِيْمُهُ  
 عَلَى الْخُرْطُومِ ۝

خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے  
 بہکے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر  
 ہے۔ تو جھٹلانے والوں کی بات نہ سننا  
 وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم  
 نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔ اور سب  
 ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسمیں کھانے  
 والا، ذلیل، بہت طعنے دینے والا،  
 بہت ادھر ادھر کی لگاتا پھرنے والا،  
 بھلائی سے بڑا روکنے والا، حد سے  
 بڑھنے والا گنہگار، ورثت خو۔ اس  
 سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا  
 اس پر کہ کچھ مال اور پیسے رکھتا ہے۔  
 جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں  
 کہتا ہے کہ انگلوں کی کہانیاں ہیں۔

سورت کی ابتدا میں یہ اللہ جل مجدہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم کی پاکدامنی پر عظیم قسم یاد فرمائی ہے۔ کفار چونکہ آپ کی جانب  
 بعض عیوب کی نسبت کر کے تندی و تحقیر اور دل آزاری کیا کرتے تھے۔ لہذا  
 یہاں رضائے محبوب کی خاطر حسن خطاب اور کمال شفقت کا اظہار کرتے ہوئے  
 ارشاد فرمایا: - مَا أَنْتَ بِنِعْمَةٍ رَبِّكَ بِبِجْشُونَ ۝ یہ کلام بلحاظ مخاطبہ  
 محبت سے لبریز اور محاورے کی رو سے ادب و احترام کا آخری درجہ ہے۔

۱۷ پارہ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۱۴



اس کے بعد اللہ رب العزت نے ان دائمی نعمتوں اور غیر منقطع ثواب کا ذکر فرمایا۔ جن سے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ممتاز فرمایا ہے اور جو حد و شمار سے باہر ہیں لیکن اس کے باوجود منعم حقیقی نے اپنے محبوب پر احسان نہیں بتلایا۔ بلکہ مزید مژدہ جانفزا سناتے ہوئے فرمایا: - إِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ پھر ان انعامات کے ذریعے آپ کی تعریف و توصیف فرمائی۔ اپنے انعامات کی وسعت اور مقام محبوب کی عظمت کا مکمل اظہار کرنے کی غرض سے اسے دو حرفوں سے مؤکد کر کے فرمایا: - إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقِي عَظِيمٌ ۝

بعض حضرات نے اس کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ آپ کا اخلاق قرآن کریم ہے، جبکہ بعض نے اس کی تفسیر فطرت سلیمہ سے کی ہے بعض فرماتے ہیں کہ آپ کی منزل مقصود اللہ رب العزت کی ذات ہے۔ امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح انعامات الہیہ کی قدر کی، اللہ تعالیٰ نے اس پر آپ کی توصیف کی اور اس عظیم الشان شکر گزاری کے سبب آپ کو دوسروں پر فضیلت دی اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ خلق عظیم کو آپ کی سرشت بنا دیا گیا تھا۔

پاکی ہے اُس محسن حقیقی کے لئے جو خود ہی لطف و کرم فرماتا، احسان اکرام سے نوازتا، نیکی کو اپنے بندے کے لئے آسان کر کے اُس کی جانب راغب کرتا ہے اور پھر نیکی کو اختیار کر لینے پر اپنے بندے کو بہتر جزا عطا فرماتا اور تعریف کرتا ہے۔ پاک اور قابل حمد و ستائش ہے وہ ذات جس نے اپنی نعمتوں کو اتنا عام اور اپنے فضل و کرم کو اس درجہ وسیع کر دیا ہے، اس کے بعد اپنا وعدہ پورا کر دکھانے کی تسلی دی جو انجام کار آپ کی کامیابی اور کفار کے عذاب کے بارے میں تھا، چنانچہ فرمایا: - فَسْتَبْصِرُ وَ يُبْصِرُونَ ۝

ان تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے توصیفِ مصطفیٰ بیان کر کے ساتھ ہی دشمنِ مصطفیٰ کی مذمت فرمائی اور اس کی بد خلقی کا ذکر فرمایا ہے۔ بارگاہِ رسالت کے گستاخ کے عیوب بیان کر کے پروردگارِ عالم نے اپنے محبوب کی تعریف کی اور آپ کے فضل و کمال کا اظہار فرمایا۔ اس مقام پر دشمن سے زیادہ بُری عادتوں کے ساتھ اُس گستاخ (ولید بن مغیرہ) کی مذمت کی گئی ہے۔ اس (مذمت والے) بیان کی ابتداء فلا تُطِيعُ الْمُكَذِّبِينَ سے ہوتی ہے اور انتہاء اَسَا طَيْرِ الْاَوَّلِيْنَ پر۔ پھر اس سلسلے کو اس کی بد بختی اور بُرے خاتمے کی سچی وعید پر ختم کرتے ہوئے فرمایا۔

۔۔ سَلِّمْنَا عَلَى الْخُرَطُوْمِ۔

اللہ جل مجدہ کا آپ کی مدد کرنا سرورِ کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خود اپنی مدد سے زیادہ اہم و اتم ہے اور اللہ رب العزت نے جو گستاخ رسول کا رد فرمایا، یہ اُس رد و تردید سے زیادہ بلیغ و اہم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود کرتے کیونکہ اس سے آپ کی کتابِ فضل و کمال میں ایک نزلے باب کا اضافہ ہوا ہے (کہ بندے کا دفاع مالک نے خود فرمایا)۔

فصل - ۴ - اپنے حبیب پر شفقت و اکرام کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

ظَلَمَ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ ۗ

اے محبوب! ہم نے قرآن اس لیے تم پر نہیں اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

اس (ظلم) کی تفسیر میں ایک قول یہ ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسماء سے ایک اسم ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک اسم ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس کا معنی یا زہل ہے۔ چوتھا

۱۔ پارہ ۱۶، سورۃ ظلمہ، آیت ۲۔

قول یہ ہے کہ اس سے یا انسان مراد ہے۔ پانچواں قول یہ ہے کہ یہ حروف مقطعات سے بنے جن کے معانی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اور اس کا رسول اجل جلالہ، وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس سے یا طاہر یا صاوی مراد ہے (یہ چھٹا قول ہوا۔ ساتواں قول یہ ہے کہ وطلی سے امر کا صیغہ ہے اور ھا کنایہ ہے زمین سے، تو مطلب یہ ہوا کہ زمین پر دونوں قدم رکھ کر (قیام لیل میں) کھڑے ہوا کرو اور ایک قدم پر کھڑے رہ کر اپنی جان کو مشقت میں نہ ڈالو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: مَا آمَزْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِنَشُقُّهُ۔

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب بیداری اور قیام لیل میں بڑی محنت و مشقت سے کام لے رہے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ قاضی ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے قاضی ابو الولید الباجی علیہ الرحمۃ سے اجازت لی اور اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ ہم سے حدیث بیان کی حافظ ابو ذر نے، ان سے ابو محمد جمہوی نے، ان سے ابراہیم بن خرم شاشی نے، ان سے عبد بن حمید نے، ان سے ہاشم بن قاسم نے، انھوں نے جعفر بن ربیع سے سنی اور انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب قیام فرمایا کرتے تو ایک پیر پیر کھڑے رہتے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ وحی نازل کی کہ اے حبیب! اپنے دونوں قدموں سے زمین کو مشرف فرمایا کرو۔ ہم نے تم پر اس لئے قرآن کریم نازل نہیں کیا ہے کہ تم مشقت میں پڑ جاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس اکرام اور حسن معاملہ کا اظہار فرمایا ہے وہ ظاہر و باہر ہے۔ قطعاً پوشیدہ نہیں۔ اگر ہم لفظ طہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی سے شمار کریں جیسا کہ مفسرین کا ایک قول یہ بھی ہے یا اس کو قسم شمار کریں تو پھر بھی یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام کی بات ہوئی۔ — ایسی ہی شفقت کا مظاہرہ قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ میں ہے :-

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ  
آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا  
الْحَدِيثِ أَسَفًا ۝

تو کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے،  
ان کے پیچھے، اگر وہ اس بات پر ایمان  
نہ لائیں، غم سے۔

ایسا ہی یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ إِلَّا أَنْ  
يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝

کہیں تم اپنی جان پر کھیل جاؤ گے  
ان کے غم میں کہ وہ ایمان نہیں  
لائے۔

اور ان تکذیب کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا تھا :-  
إِنْ تَشَاءُ نُنزِلُ عَلَيْهِمْ مِنَ  
السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ  
لَهَا خَاضِعِينَ ۝

اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی  
نشانی آرائیں کہ ان کے اونچے اونچے  
اُس کے حضور جھکے رہ جائیں۔

اور اسی تسلی و دلجوئی کے باب سے یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے :-

فَأَصْدَأْغُرِبْنَا لِنُصْرٍ وَأَعْرِضْ عَن

تو علامہ کہہ دو، جس بات کا تمہیں حکم

۱۔ پارہ ۱۵، سورہ الکہف، آیت ۶ - ۷ پارہ ۱۹، سورہ الشعراء، آیت ۳

۲۔ پارہ ۱۹، سورہ الشعراء، آیت ۴ -



المُشْرِكِينَ إِنَّا كَفَيْنَاكَ  
 الْمُسْتَهْزِئِينَ ۚ الَّذِينَ  
 يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ  
 فَسُوفَ يَعْلَمُونَ ۚ وَلَقَدْ  
 نَعَلْنَا إِيَّاكَ نُضِيقُ صَدْرَكَ  
 بِمَا يَقُولُونَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ  
 رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّجِدِينَ  
 وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ  
 الْيَقِينُ ۚ

سے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو بیشک  
 ان سب سے والوں پر ہم تمہیں کفایت  
 کرتے ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا  
 معبود ٹھہراتے ہیں، لو اب جان جائیں  
 گے اور بیشک ہمیں معلوم ہے کہ ان  
 کی باتوں سے تم دل تنگ ہوتے ہو،  
 تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی  
 پاکی بولو اور سجدہ والوں میں ہو اور مرتے  
 دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو۔

اور اسی طرح یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ بُرْسُلَ قُرَيْشٍ  
 قَبْلِكَ فَخَاقَ بِالذِّبْنِ مَسْحُورًا  
 مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

اور ضرور اے محبوب! تم سے پہلے  
 رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا کیا گیا، تو  
 وہ جو ان سے ہنستے تھے ان کی ہنسی انہیں  
 کو لے بیٹھی۔

امام مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح تسلی دے کر اور دلجوئی کر کے  
 اللہ تعالیٰ نے اس بوجھ کو ہلکا کر دیا ہے جو مشرکین کی ایذا اور تمسخر کے باعث  
 فخر و وعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر پڑتا رہتا تھا اور ساتھ ہی آپ  
 پر یہ بھی ظاہر کر دیا کہ اگر یہ لوگ بعض عناد کے باعث اسی ڈگر پر چلتے رہے تو ان  
 پر بھی اسی طرح عذاب آسکتا ہے جس طرح پہلی امتوں پر عذاب نازل ہوا۔  
 — اور اسی تسلی کے قبیل سے یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

۱۴ پارہ ۱۴، سورۃ الحج، آیت ۹۲ تا ۹۹۔ ۱۵ پارہ ۱۵، سورۃ الانعام، آیت ۱۰

وَلَا تُكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ  
رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ ۗ

اور اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو بیشک تم سے  
پہلے کتنے ہی رسول جھٹلائے گئے۔

اور اس آیت کریمہ میں بھی ایسی ہی دلجوئی فرمائی گئی ہے :-

كَذَلِكَ مَا آتَى الَّذِينَ مِن  
رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ عَجُونٌ ۗ

یونہی جب ان سے اگلوں کے پاس کوئی  
رسول تشریف لایا تو یہی بولے کہ جاوگر  
ہے یا دیوانہ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہم سابقہ کے تلخ جوابات اور نازیبا گفتگو کا  
ذکر فرمایا ہے جو انہوں نے اپنے انبیائے کرام کو بھی اسی طرح تنگ کیا جاتا  
تھا۔ لہذا کفار مکہ کا یہ سلوک کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پھر آپ کے دل کو خوش  
کرنے کی غرض سے آپ کی جانب سے عذر بیان کرتے ہوئے فرمادیا کہ :-

فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا أَنْتَ بِمَلُومٍ ۗ

تو اے محبوب تم ان سے منہ پھیر لو تم  
پر کچھ الزام نہیں۔

یعنی تم ان کافروں کی جانب سے اعراض فرما لو اور احکام الہیہ پہنچانے کی  
تمہاری جو ذمہ داری ہے جب تم سے اپنے فرض کی ادائیگی میں ذرا بھی کوتاہی  
واقع نہیں ہوئی۔ تو تمہیں کوئی ملامت کر ہی نہیں سکتا۔ — اور اسی طرح کی  
دلجوئی میں یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ  
بِأَعْيُنِنَا ۗ

اور اے محبوب! تم اپنے رب کے حکم  
پر ٹھہرے رہو کہ بیشک تم ہماری نگہداشت

۱۔ پارہ ۲۲، سورہ ناطر، آیت ۴ ۲۔ پارہ ۲۷، سورہ الذاریات، آیت ۵۲

۳۔ پارہ ۲۷، سورہ الذاریت، آیت ۵۴ -

۴۔ پارہ ۲۷، سورہ الطور، آیت ۴۸ -

میں ہو۔

یعنی اسے محبوب کافروں کی ایذاؤں پر صبر کرو کیونکہ ہماری نگاہِ کرم  
بہشتہ تمہاری جانب رہتی ہے۔ اور ہماری حفاظت تمہارے لئے کافی ہے۔  
— اور بھی کتنی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب، سیدنا محمد رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سقم کی تسلی دی اور دُجوتی فرمائی ہے۔

حضور کے دوسرے نبیاء کے مقابلہ میں مناصب و مدارج  
فصل - ۷ - اس فصل میں اُن آیات کا بیان ہوگا جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے

کہ فخر و عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قدر و منزلت اور مقام و منصب دیگر انبیاء سے  
کرام سے بڑھ کر ہے۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے :-

اور یاد کرو، جب اللہ نے پیغمبروں  
سے اُن کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب  
اور حکمت دوں۔ پھر تشریف لائے۔  
تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری  
کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور  
ضرور اُس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور  
اُس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار  
کیا اور اس پر پیرا بھاری ذمہ لیا۔ یہ سب  
عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک  
دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔ اور میں آپ  
تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ تو

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ  
لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَ  
حِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ  
مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ  
لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ  
قَالَ أَأَقْرَضُكُمْ وَآخِذُكُمْ  
عَلَىٰ ذَٰلِكِ إِصْرِي ط قَالُوا  
أَقْرَضْنَا ط قَالَ فَاشْهَدُوا  
وَإِنَّا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ه  
فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ  
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ه

پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۸۱۔

جو کوئی اس کے بعد پھرے تو وہی

فاسق ہیں۔

امام ابو الحسن قاسمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس فضیلتِ عظمیٰ کے ساتھ نوازا گیا ہے اُس سے کسی دوسرے کو مشرف نہیں فرمایا گیا۔ جیسا کہ اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہے بعض مفسرین کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے عہد لیا تھا کہ جب بھی وہ کسی نبی کے پاس وحی لے کر جائے تو اس کے سامنے نبیِ آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرے اور ان کے فضائل و کمالات بیان کرنے کے بعد اس نبی سے یہ عہد لے کہ اگر وہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پائے تو اُن پر ایمان لانا ہوگا۔ بعض مفسرین یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام سے یہ بھی عہد لیا گیا کہ وہ اپنی اپنی قوم کے سامنے نبیِ آخر الزمان

عہد مایہ حاضرہ، امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۲۰ھ / ۱۹۲۱ء) نے اسی میثاقِ انبیاء پر بحث کرتے ہوئے یہ ایمان افروز نکتے بھی بیان کئے ہیں: — "اقول بِالله التوفیق۔ پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآنِ عظیم نے کس قدر مہتمم با نشان ٹھہرایا ہے اور طرح طرح سے نوکد فرمایا۔ اولاً انبیاء علیہم السلام معصومین ہیں، زہارِ حکمِ الہی کا خلاف اُن سے محتمل نہیں۔ کاشی تھا کہ رب تبارک و تعالیٰ بطریقِ امرِ اُخیر ارشاد فرماتا، اگر وہ نبیِ پارس آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا، مگر اس قدر پر اکتفا نہ فرمایا، بلکہ اُن سے عہد و پیمان لیا۔ یہ عہد عہدِ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے بعد دوسرا پیمان تھا، جیسے کلمہ طیبہ میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، تاکہ ظاہر ہو کہ تمام ماسوائے اللہ پر پہلا فرضِ ربوبیتِ الہیہ کا اذعان ہے پھر اس کے برابر رسالتِ محمدیہ پر ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و باریک و شرف و بجل و عظم۔ ثانیاً۔ اس عہد کو لام قسم سے نوکد فرمایا لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَ لَتَنْصُرُنَّهُ جس طرح نواہوں سے (باقی نکتے صفحہ ۵۸ پر)



صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کر کے اس بات کا عہد لیں کہ وہ اپنے بعد والوں کو فضائلِ مصطفیٰ سے آگاہ کرتے اور حبیب پروردگار کے خطبے پڑھتے رہیں گے۔

ابقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ، بیعتِ سلاطین پر میں لی جاتی ہیں۔ امام سبکی فرماتے ہیں کہ شاید سوگندِ بیعت اسی آیت سے ماخوذ ہوئی ہے۔ ثالثاً۔ فون تاکید۔ رابعاً۔ وہ ثقیدہ لا کر نقل تاکید کو آورد و بالا فرمایا۔ خامساً۔ یہ کمالِ اہتمام ملاحظہ کیجئے کہ حضراتِ انبیاء ایسی جواب نہ دینے پائے کہ خود ہی تقدیم فرما کر پوچھتے ہیں "اَأَقْرَدْتُمْ" کیا تم اس امر پر اقرار لاتے ہو؟ یعنی کمالِ تعجیل و تسجیل مقصود ہے۔ سادساً۔ اس قدر پر بھی بس نہ فرمائی بلکہ ارشاد ہوا۔ "وَ أَخَذْتُمْ عَلَيَّ ذَلِكُمْ أَصْرِي"۔ خالی اقرار نہیں بلکہ اس پر میرا بھاری ذمہ لو۔ سابعاً۔ عَلَيْهِ يَا عَلِيُّ هَذَا كِي جگہ عَلَيَّ ذَلِكُمْ فرمایا کہ بعد اشارت دلیلِ عظمت ہو۔ ثامناً۔ اور ترقی ہوئی کہ فَا شَهِدُوا أَيُّدْرُسَ پر گواہ ہو جاؤ۔ حالانکہ معاذ اللہ اقرار کر کے نکر جانا ان پاک مقدس جنابوں سے معقول نہ تھا۔ تاسعاً۔ کمال یہ ہے کہ فقط ان کی گواہیوں پر اکتفا نہیں ہوئی بلکہ ارشاد فرمایا "وَ أَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ"۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔ عاشرراً۔ سب سے زیادہ نہایت کار یہ ہے کہ اس قدر عظیم جلیل تاکیدوں کے بعد بانکہ انبیاء کو عصمت عطا فرمائی۔ یہ سخت شدید تہدید بھی فرمادی گئی کہ فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ اب جو اس اقرار سے پھرے گا، فاسق ٹھہرے گا۔ اللہ اللہ! یہ وہی اعتنائے تمام و اہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد فرماتا ہے "وَمَنْ يَقُلْ مِنْهُمْ إِنِّي إِلَهٌُ مِّنْ دُونِ فَذَلِكَ نَجْزِي جَهَنَّمَ كَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ" (باقی اگلے صفحے پر ملاحظہ ہو)

تُحْرَجَ كَمَا كُوِّنَ رَسُولٌ" کے مخاطب وہ اہل کتاب ہیں جو سرورِ کون و مکان  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں موجود تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک  
جملہ انبیائے کرام علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ اگر وہ اپنی زندگی میں محمد رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پائیں تو انھیں نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
پر ضرور ایمان لانا ہوگا اور ضرور اُن کی مدد کرنا ہوگی، نیز اپنی اپنی امت سے بھی اس  
بات کا عہد لینا ہوگا۔ امام سدی اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہما سے بھی اسی کے  
مثل مروی ہے کہ اس آیت میں فخر و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کتنے ہی نقصا  
بیان فرمائے گئے ہیں جن میں سے ایک فضیلت وہ ہے جو اس آیت کریمہ نے بیان  
فرمائی ہے:-

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ، جو اُن میں سے کہیں گے اللہ کے سوا معبود ہوں، اُسے ہم جہنم کی  
سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمکاروں کو۔ گویا ارشاد فرماتے ہیں جس طرح  
ہمیں ایمان کے جزو اول لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا اہتمام ہے یونہی جزو دوم مُحَمَّدٌ رَسُولُ  
اللَّهِ سے اعتنائے تام ہے۔ میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ بھی میری بندگی سے سزا  
نہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول و مقتدا، کہ انبیاء و مرسلین بھی اُس  
کی بیعت و خدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔۔۔۔۔ اس سے بڑھ کر حضور کی  
سیادتِ عامہ و فضیلتِ تامہ پر کونسی دلیل درکار ہے۔ وَ لِلَّهِ حُجَّةُ الْبَالِغَةِ۔

(تجلی البقیۃ، مطبوعہ مراد آباد، ص ۸ تا ۱۰)

عے معلوم نہیں ہمارے معروف معاصر، عالیجناب موذودی صاحب کو نبی کریم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس میثاقِ انبیاء سے متعلقہ فضیلتِ عامہ و سیادتِ تامہ  
سے کیا چڑ ہے اور اُن کے دل میں وہ کونسا چھپا ہوا چور ہے جو انھیں اس فضیلت

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ ذُو جُرْجٍ وَابْرَاهِيْمَ وَمُوسٰى وَعِيسٰى ابْنِ مَرْيَمَ ۗ وَاَخَذْنَا مِنْهُم مِّثَاقًا غَلِيظًا ۗ

اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے گاڑھا عہد لیا۔

اور دوسرے مقام پر یوں فرمایا ہے:-

اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا وَّحَيْنَا بِشَيْكَا اے محبوب ہم نے تمہاری طرف

پارہ ۲۱، سورہ الاحزاب، آیت ۷۔

(بقیہ حاشیہ ص ۶۸)۔ کے تسلیم کرنے سے باز رکھنا ہے۔ چنانچہ انھوں نے ساری امت کے برخلاف پہلے تو اس فضیلت کو سارے انبیاء پر تقسیم کیا ہے پھر مزید ترقی کرتے ہوئے، جو شخص بھی، فرما کر اسے غیر انبیاء میں بھی بانٹ دیا۔ گویا وہ فضیلت جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی دوسری عظیم سے عظیم تر ہستی کو بھی حاصل نہ ہوئی۔ اُس کا حاصل ہونا موزوری صاحب اپنی جانب سے سارے انبیاء کیلئے مان رہے ہیں۔ بلکہ غیر انبیاء تک کے لئے اس کا حصول تسلیم کر رہے ہیں لیکن اسے اُس نبی کی تخصیص ماننے پر وہ تیار نہیں ہیں۔ نبی کا وہ کلمہ پڑھتے اور جس نبی کے وہ امتی کہلاتے ہیں۔ موصوفت کا تفسیری لوٹ ملاحظہ ہو۔۔۔ "مطلب یہ ہے کہ ہر پیغمبر سے اس امر کا عہد لیا جاتا رہا ہے۔ اور جو عہد پیغمبر سے لیا گیا ہو وہ لامحالہ اُس کے پیروں پر بھی آپ سے آپ عائد ہو جاتا ہے کہ جو نبی ہماری طرف سے اُس دین کی تبلیغ و اقامت کیلئے بھیجا جائے جس کی تبلیغ و اقامت پر تم مامور ہوئے ہو اسکا تمہیں ساتھ دینا ہوگا۔ اُس کے ساتھ تعصب نہ برتنا، اپنے آپ کو دین کا اجارہ دار نہ سمجھنا، حق کی مخالفت نہ کرنا۔ بلکہ جہاں جو شخص بھی ہماری طرف سے

باقی حاشیہ لکھنے پر

وحی بھیجی۔ جیسے وحی نوح اور اس کے  
بعد پیغمبروں کو بھیجی۔ اور ہم نے ابراہیم  
اور اسمعیل اور اسحاق اور یعقوب اور  
ان کے بیٹوں اور علیہ اور ایوب اور  
یونس اور ہارون اور سلیمان کو وحی کی  
اور ہم نے واؤد کو زبور عطا فرمائی۔  
اور رسولوں کو جن کا ذکر آگے ہم تم سے  
فرما چکے اور ان رسولوں کا جن کا  
ذکر تم سے نہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے  
موسیٰ سے حقیقتاً کلام فرمایا۔ رسول ..  
خوشخبری دیتے اور ڈر سناتے کہ  
رسولوں کے بعد اللہ کے یہاں لوگوں  
کو کوئی عذر نہ رہے اور اللہ غالب  
حکمت والا ہے۔ لیکن اسے محبوب!  
اللہ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری  
طرف اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے  
گواہ ہیں اور اللہ کی گواہی کافی۔

إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ الْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَيُوسُفَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا هَدَّ سُلَيْمَانَ أَهْلَ بَيْتِهِ فِي الْقِبْلَةِ فَنُحِطُّ بِمَا اسْتَمِعُوا فَكَانُوا سِوَىٰ مَا يَخْتَلِفُونَ فِي الْغَيْبِ لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَتَمْتَحِنُوهُ أَلَمْ يَجْعَلْ لِكُلِّ قَوْمٍ سُلْطَانًا مِّنْ بَيْنِنَا لَئِنِ اتَّخَذَتِ الْأُمَّمُومَةُ آيَاتِنَا لَا يَخْفَىٰ عَلَىٰ سُلْطَانِنَا شَيْءٌ سِرٌّ وَلَا يُخْفَىٰ عَلَيْنَا أَشْهُدٌ مُّبِينٌ لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَتَمْتَحِنُوهُ أَلَمْ يَجْعَلْ لِكُلِّ قَوْمٍ سُلْطَانًا مِّنْ بَيْنِنَا لَئِنِ اتَّخَذَتِ الْأُمَّمُومَةُ آيَاتِنَا لَا يَخْفَىٰ عَلَىٰ سُلْطَانِنَا شَيْءٌ سِرٌّ وَلَا يُخْفَىٰ عَلَيْنَا أَشْهُدٌ مُّبِينٌ لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَتَمْتَحِنُوهُ أَلَمْ يَجْعَلْ لِكُلِّ قَوْمٍ سُلْطَانًا مِّنْ بَيْنِنَا لَئِنِ اتَّخَذَتِ الْأُمَّمُومَةُ آيَاتِنَا لَا يَخْفَىٰ عَلَىٰ سُلْطَانِنَا شَيْءٌ سِرٌّ وَلَا يُخْفَىٰ عَلَيْنَا أَشْهُدٌ مُّبِينٌ

پارہ ۶، سورۃ النسا، آیت - ۱۶۳

بقیہ حاشیہ ۶۹، حق کا پرچم بلند کرنے کے لئے اٹھایا جائے۔ اُس کے جھنڈے  
تیلے جمع ہو جانا۔

(تفسیر القرآن، جلد اول، طبع یاد دہم، ص ۲۶۹)۔



حضرت عمر ابن الخطابؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی بات پر گریہ فرما رہے تھے تو میں عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے مال باپ آپ پر قربان، اگر یہ فرمانے کی کیا وجہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا منصب رفیع یہ ہے کہ اُس نے اگرچہ آپ کو جملہ انبیائے کرام کے بعد مبعوث فرمایا لیکن آپ کے ذکر کو سب پر تقدم رکھا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ **وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ.....** اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں آپ کی فضیلت اس درجے کی ہے کہ جہنم میں عذاب پانے والے دوزخی بھی یوں پکار اٹھیں گے **يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ** (کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی)!

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ میں پیدائش کے لحاظ سے سب سے پہلا ہوں اور بلحاظ بعثت سب سے آخری ہوں۔ — یہی وجہ ہے کہ اس آیت (یعنی سورہ احزاب آیت ۷) میں آپ کا ذکر حضرت نوح علیہ السلام سے بھی پہلے واقع ہوا ہے۔ امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ہمارے آقا و مولیٰ کی دیگر انبیائے کرام پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے تو آخری نبی ہونے کے باوجود آپ کا ذکر سب سے پہلے فرمایا ہے۔ — یہ عہد (ميثاق) انبیاء (

اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیائے کرام کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چوٹیوں کے مانند نکال کر لیا تھا۔ افضلیت مصطفیٰ کے بارے میں اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے **تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّن كَلَّمَ** یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ان میں کسی سے

اللَّهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ ۗ  
اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے  
سب پر درجوں بلند کیا۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ میں لفظ بَعْضٍ  
سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی مراد ہے، کیونکہ  
سارے گروہ انبیاء میں وہ آپ ہی کی ہستی ہے جسے پوری بنی نوع انسان کی طرف  
مبعوث فرمایا گیا اور غنیمت آپ ہی کے لئے حلال ٹھہرائی گئی اور آپ سے معجزات  
کثیرہ کا ظہور وقوع ہوا نیز کوئی فضیلت اور کرامت ایسی نہیں جو کسی نبی کو حاصل ہو۔  
مگر وہ آپ کو بھی مرحمت فرمائی گئی۔ بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس  
آیت میں آپ کی ایک یہ بھی فضیلت ہے کہ دیگر انبیائے کرام کے اسمائے گرامی  
لیئے گئے ہیں لیکن اپنے حبیب کو اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے ذریعے مخاطب  
فرمایا ہے اور اپنی سچی کتاب میں کہیں يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ — يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ  
وغیرہ القاب کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ — توصیف مصطفیٰ میں یہ بھی  
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَأَنَا مِنْ شِيعَتِهِ لَا بُرْهَانَهُ  
اور بیشک اسی کے گروہ سے ابراہیم

امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس تفسیر میں امام کلینی رحمۃ اللہ علیہ سے حکایت  
کی ہے کہ اس آیت میں ضمیر (ہ) سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب  
راجع ہے اور اس صورت میں تقدیریں عبادت یوں ہوگی وَأَنَا مِنْ شِيعَتِهِ  
مَعْتَدٍ لِابْرَاهِيمَ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ

۱۔ پارہ ۲ سورہ البقرہ، آیت ۲۵۳۔

۲۔ پارہ ۲۲، سورہ الصفات، آیت ۸۲۔

تعالیٰ علیہ وسلم کے دین پر تھے قراء نے اس امر کو جائزہ لکھا ہے اور ان سے امام مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی حکایت کی ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ ضمیر حضرت نوح علیہ السلام کی جانب راجع ہے۔

فصل - ۸ -

## حضور دافع بلا اور بارانِ رحمت ہیں

چنانچہ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ  
وَأَنْتَ فِيهِمْ ۗ

اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب  
کرے، جب تک اسے محبوب تم ان

میں تشریف فرما ہو۔

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما گئے اور وہاں بعض مسلمان پیچھے رہ گئے تو اللہ رب العزت نے ان کی تسلی کے لئے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی :-

وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ  
يَسْتَغْفِرُونَ ۗ

اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں  
جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۔

یہ آیت کریمہ اس ارشاد باری تعالیٰ کی مثل ہے :-

لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ  
مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

اگر وہ جدا ہو جاتے تو ضرور ہم ان  
میں کے کافروں کو دردناک عذاب

۱۔ پارہ ۹۰ سورہ الانفال، آیت ۳۳ ۲۔ پارہ ۹ سورہ الانفال، آیت ۳۳

۳۔ پارہ ۲۶ سورہ الفتح، آیت ۲۵۔

اور یہ فرمانِ خداوندی بھی اسی قبیل سے ہے۔

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ  
مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمُ  
أَنْ تَطَّوُّهُمُ فَتُصِيبُكُمْ مِنْهُمْ  
مُعَذِّبَةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَهُ

اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور  
کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں  
نہیں تم انہیں روند ڈالو تو تمہیں ان  
کی طرف سے انجانی میں کوئی مکر وہ پہنچے  
جب سارے مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت

نازل فرمائی۔

وَمَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ  
اللَّهُ وَهُمْ يُضِلُّونَ عَنِ السَّبِيلِ  
الْحُرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَ إِنْ  
أَوْلِيَاءَ هُمْ إِلَّا الْمُتَشَقُّونَ

اور انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب  
نہ کرنے سے وہ تو مسجدِ حرام سے روک  
رہے ہیں اور وہ اس کے اہل نہیں۔  
اس کے اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۔

یہ آیت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم عظمت و برکت کو ظاہر کر رہی  
ہے اور اس سے یہ امر صاف واضح ہو رہا ہے کہ اللہ جل جلالہ نے آپ کے  
وجودِ مسعود کو کفار کیلئے دافعِ عذاب بنایا تھا اور جب آپ مکہ معظمہ سے ہجرت  
فرما گئے تو باری تعالیٰ نے غلامانِ مصطفیٰ کی برکت سے کافروں پر عذاب نہ بھیجا  
لیکن جب صحابہ کرام کا بھی مکہ مکرمہ میں وجود نہ رہا اور وہ سارے سے ہجرت فرما گئے  
تو اللہ تعالیٰ نے کفار کو عذاب نازل فرمایا اور مسلمانوں کو ان پر مسلط کر دیا نیز  
تواریکوان کے درمیان فیصلہ کرنے والی مقرر کر کے مسلمانوں کو ان کی زمینوں،  
گھروں اور مال و متاع کا وارث بنا دیا۔

اس آیت کی تفسیر میں ایک دوسرا قول بھی ہے۔ جیسا کہ ہم سے قاضی شہید

لے پارہ ۲۶، سورہ الفتح آیت ۲۵۔ ٹ پارہ ۹، سورہ انفال، آیت ۲۴



ابو علی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حدیث بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی ابو الفضل بن خیرون اور ابو الحسن صیرفی نے، ان دونوں سے ابو یعلیٰ بن حرہ نے، ان سے ابو علی سجی نے، ان سے محمد بن محبوب مروزی نے، ان سے حافظ ابو عیسیٰ نے، ان سے سفیان بن وکیع نے، ان سے ابن نمیر نے، انھوں نے اسمعیل بن ابراہیم بن مہاجر سے سنا۔ انھوں نے عباد بن یوسف سے، انھوں نے ابی بردہ ابن ابی موسیٰ سے، انھوں نے اپنے باپ سے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لئے مجھ پر دو آیتیں امان والی نازل فرمائی ہیں۔ (۱) وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ۔ جب میں امت سے پوشیدہ ہو جاؤں گا تو ان کے لئے استغفار چھوڑ جاؤں گا۔ اور ایسا ہی مژدہ جانفزا اس آیت کریمہ نے سنایا ہے :-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝

اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سب جہانوں کے لئے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں۔ بعض کا قول ہے کہ اختلاف اور فتنوں سے — علمائے کرام فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امانِ اعظم ہیں۔ وصال گئے بعد آپ کے نقوش قدم یعنی سنت رسول اصلاح عالم کی ضامن ہے۔ اور آپ کے اسوۂ حسنہ اور سنتوں سے روگردانی کرنا فتنوں کو دعوت دینا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمتوں کا اظہار کرنے والی یہ آیت کریمہ بھی ہے :-

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ

پیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود

لے پارہ ۱۴ سورۃ الانبیاء۔ آیت ۱۰۷

عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
 آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا  
 تَسْلِيمًا ۝

بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے  
 (نبی) پر۔ اسے ایمان والو! ان پر درود  
 اور خوب سلام بھیجو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صلوٰۃ اور فرشتوں کی صلوٰۃ کے ساتھ اپنے  
 حبیب کی فضیلتِ خاصہ کا اظہار فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ہی اپنے بندوں  
 کو آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے کا مطلق حکم دیا ہے۔ ابو بکر بن نورک رحمۃ اللہ علیہ نے  
 بعض علماء سے حکایت بیان کیا ہے کہ فرمان رسالت: - جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي  
 فِي الصَّلَاةِ (میرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے) کے جواب  
 میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں اور امت محمدیہ کو بھی حکم  
 دیا گیا ہے کہ وہ قیامت تک فخر و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالی میں  
 درود و سلام کے گلدستے سجا کر پیش کرتے رہا کریں۔ فرشتوں کی اور ہماری صلوٰۃ  
 ایک قسم کی دعا ہے اور اللہ تعالیٰ کا صلوٰۃ بھیجنا اپنے حبیب پر خاص بارانِ  
 رحمت کا نزول فرمانا ہے۔ بعض حضرات کا یہ بھی قول ہے کہ لَفْظُ يُصَلُّونَ  
 سَعَى يُبَارِكُونَ مراد ہے یہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ انبی کریم صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے درود شریف سکھاتے وقت لفظ صلوٰۃ اور برکت کے  
 درمیان فرق فرمایا ہے اور درود و سلام بھیجنے کے حکم کو ہم آگے بیان کرینگے  
 انشاء اللہ تعالیٰ۔

بعض متکلمین حضرات نے کھنص کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ اس  
 میں حرف کاف کفایت سے ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: - اَلَيْسَ  
 اللهُ بِكَافٍ عَبْدًا (کیا اللہ اپنے بندے کیلئے کافی نہیں ہے)۔ ہا

۱۲۲ پارہ ۱۲۲ سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶۔ ۱ پارہ ۲۴، سورۃ الزمر، آیت ۲۶

سے اس کی ہدایت مراد ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَيُجَدِّدُكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا** (اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے) اور یا تاکید کی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **أَيْدَاكَ بِنُصْرَةِ اللَّهِ** (اور تمہیں زور دیا اپنی مدد کا)۔ اور **عِصْمَتِ** کی بے جس کے بارے میں اللہ جل مجدہ نے فرمایا ہے: **وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** (اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے) اور **صَادِقِ** سے اس کی صلوة مراد ہے جس کے متعلق فرمان خداوندی ہے: **إِنَّ اللَّهَ وَصَلَّتْ سَبِيحَتُهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ** (مصلحتے میں یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور اگر ان پر زور باندھو تو بے شک  
اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور  
نیک ایمان والے اور اس کے بعد  
فرشتے مدد پر ہیں۔

إِنَّ تَطَاهَرَ عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ  
هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ  
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ  
ذَلِكَ ظَاهِرُونَ

لفظ مولیٰ سے ولی مراد ہے اور **صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ** سے بعض نے  
انبیائے کرام مراد لیے ہیں۔ بعض کے نزدیک فرشتے مراد ہیں۔ بعض کا قول  
ہے کہ اس سے حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد ہیں۔ بعض  
کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مراد ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس  
سے مطلق اہل ایمان مراد ہیں۔ جیسا کہ عمومیت سے ظاہر ہو رہا ہے۔

۱۔ پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۲۔

۲۔ پارہ ۱۰، سورہ الانفال، آیت ۴۲۔

۳۔ پارہ ۶، سورہ المائدہ، آیت ۶۷۔ ۴۔ پارہ ۲۸، سورہ التحریم، آیت ۴

## فصل - ۹ . سورۃ فتح میں مقام مصطفیٰ

اللہ جل مجدہ نے عظمت مصطفیٰ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے :-

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا  
لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ  
مِنْ ذُنُوبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ  
وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَ  
يَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا  
وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا  
هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ  
فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزِيدَهُمْ  
إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ وَبِهِ  
جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط  
وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا  
لِيَدْخُلَ الْمُؤْمِنِينَ  
الْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي  
مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ  
خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرُ  
عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ ط وَكَانَ  
ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا  
وَيُعَذِّبُ الْمُنَافِقِينَ

بیشک ہم نے تمہارے لئے روشن  
فتح فرمادی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے  
سبب سے گناہ بخشتے تمہارے گلوں  
کے اور تمہارے پھلوں کے اور اپنی  
نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی  
راہ دکھا دے اور اللہ تمہاری زبردست  
مدد فرمائے۔ وہی ہے جس نے ایمان  
والوں کے دلوں میں اطمینان اتارا  
تاکہ انہیں یقین پر یقین بڑھے اور اللہ  
ہی کی ملک میں تمام لشکر آسمانوں اور  
زمین کے اور اللہ علم و حکمت والا ہے  
تاکہ ایمان والے مردوں اور ایمان والی  
عورتوں کو باغوں میں لے جائے جن  
کے نیچے نہریں رواں ہیں، ہمیشہ  
ان میں رہیں اور ان کی برائیاں ان  
سے اتار دے۔ یہ اللہ کے یہاں بڑی  
کامیابی ہے۔ اور عذاب و سزا  
منافق مردوں اور منافق عورتوں



اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ پر گمان رکھتے ہیں، انہیں پر سے بڑی گرجش۔ اور اللہ نے ان پر غضب فرمایا اور انہیں لعنت کی اور ان کے لئے جہنم تیار فرمایا۔ اور وہ کیا ہی بُرا انجام ہے اور اللہ ہی کی ملک ہیں آسمان اور زمین کے سب لشکر۔ اور اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنانا، تاکہ اسے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔ اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔ وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔

وَالْمُنْفِقَتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَ  
الْمُشْرِكَةِ الظَّالِمِينَ بِاللهِ  
ظَنَّ الشُّرُوبِ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ  
الشُّرُوبِ وَغَضِبَ اللهُ عَلَيْهِمْ  
وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ  
وَسَاءَتْ مَصِيرًا وَاَللّٰهُ  
جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ  
وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا  
اِنَّا اَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا  
وَمُبَشِّرًا وَاَنْذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا  
بِاللهِ وَرَسُوْلِهِ وَتَعَزَّرُوْهُ  
وَتُوقِرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً  
وَاصِيْلًا اِنَّ الَّذِيْنَ  
يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ  
اللهَ ط يَدُ اللهُ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

ان آیات نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ تعریف و توصیف کی ہے اور آپ کا وہ مرتبہ ظاہر کیا ہے جس کی حقیقت کو بیان کرنے سے زبان و قلم عاجز ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں توصیف مصطفیٰ کی ابتدا اس سے فرمائی جو قسم ازل سے نوازش میں صرف ان کے لئے رکھ چھوڑی تھیں یعنی ظہور

۱۰ پارہ ۲۶، سورہ الفتح، آیت ۱۰

دشمنوں پر غلبہ، کلمہ و شریعت کی سر بلندی اور ایسا مغفور جس سے لگے پچھلے کسی کام کی باز پرس نہیں ہوگی۔ بعض حضرات کا قول ہے کہ مغفرت سے مراد یہ ہے کہ جو کیا اور جو کیا بھی نہیں وہ سب معاف ہیں۔ امام علیؑ فرماتے ہیں کہ یہ وعدہ احسان فرمانے کی غرض سے ہے جس کیلئے مغفرت کو سبب بنایا گیا ہے اور دوسروں کے برعکس اس کی جانب سے جو کچھ عطا فرمایا جائے وہ احسان ہی احسان ہے، کرم بالائے کرم ہے۔

اس کے بعد اللہ جل شانہ نے دِيْتَهُ نِعْمَةً عَلَيْكَ فرمایا ہے یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس اکرام کا اظہار فرمایا ہے کہ جن مشرکین مکہ کی گردنیں اکڑتی ہی جاری تھیں انھیں اپنے محبوب کے قدموں میں جھکا دیا۔

بعض علمائے کرام کا قول ہے کہ اس سے مکہ مکرمہ اور طائف کی فتح مراد ہے۔ بعض کے نزدیک اس نعمت سے دنیا میں آپ کے ذکر کو بلند کرنا اور نصرت و مغفرت سے نوازنا ہے۔

مَهِرًا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا میں اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محاسن و خصائص بیان فرمائے ہیں اور تَعَزُّوْهُ وَتُوقِرُوْهُ کے ذریعے حکم دیا ہے کہ حبیب پروردگار کی غایت درجہ تعظیم و توقیر کرو۔

بعض مفسرین اسے تَعَزُّوْهُ (دونوں زائے پڑھتے ہیں یعنی ان کی سب سے زیادہ عزت کرو اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ واقعی یہ مقام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ تَسْبُحُوْهُ میں ضمیر اللہ رب العزت کی جانب راجع ہے۔

حضرت ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان آیات میں ان بہت سی

نعمتوں کا ذکر ہے جن سے پروردگار عالم نے اپنے محبوب کو نوازا ہے۔ یعنی فتح مبین کا مشرکہ سنایا جو اجابت دعا کی نشانی ہے۔۔۔ مغفرت کی بشارت دی ہے جو علامت محبت ہے۔۔۔ اتمام نعمت کی خوشخبری سنائی، جس سے خاص الخاص منصب کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ یہ ہدایت کا علمبردار بنایا جو دوستی کی نشانی ہے۔۔۔ وعدہ مغفرت میں گناہوں سے پاکیزگی اور مرتبے کی بلندی ہے۔۔۔ اتمام نعمت میں درجہ علیہ تک پہنچانا اور ہدایت کے ذریعے مشاہدہ جمال کی جانب بلایا جانا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وعدہ الہی اتمام نعمت کے بارے میں فرمایا ہے:۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آخر الزمان سینا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا اور آپ کی حیات مبارک کی قسم کھائی اور آپ کی شریعت مطہرہ سے دیگر شرائع کو منسوخ کر کے آپ کو بلند ترین مقام تک پہنچایا۔ اور معراج میں آپ کی کمال حفاظت فرمائی، یہاں تک کہ آپ نے کسی طرت آنکھ بھی نہ پھیری اور نہ آپ کی نظر حد سے بڑھی۔ آپ کو ہر سرخ و سفید یعنی جملہ بنی آدم کا نبی بنایا۔ آپ کے لئے مالِ عنیمت کو حلال قرار دیا۔ آپ کو گنہگاروں کی شفاعت کرنے والا اور شفاعت کا مازون و مختار بنایا اور آدم علیہ السلام کی ساری اولاد کا آپ کو سردار بنایا اور آپ کے ذکر کو اپنے ذکر سے اور آپ کی رضا کو اپنی رضا کے ساتھ ملا دیا اور آپ کو عقیدہ توحید کا ایک رکن قرار دیا ہے۔

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے ان الذین یتوبون انما یتوبون  
اللہ فرمایا گیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیعت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سے بیعت کرنے والے قرار دیتے ہوئے آکے

فرمایا ہے کہ :- **يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ**۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہونے سے بعض کے نزدیک طاقت الہیہ، بعض کے نزدیک ثواب بعض کے نزدیک احسان اور بعض کے نزدیک عہد مراد ہے۔ یہ استعارہ اور تخبیس کلام کے طور پر ہے۔ اس سے عقد بیعت کو موکد کرنا اور بیعت لینے والے کے منصب کی رفعت کا اظہار مقصود ہے۔ — اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے یوں بھی ارشاد فرمایا ہے :-

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ  
قَتَلَهُمْ مِمَّا رَمَيْتَ إِذْ  
رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَحِيمٌ  
تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے  
انہیں قتل کیا اور اسے محبوب اور  
خاک جو تم نے پھینکی، وہ تم نے نہ پھینکی  
بلکہ اللہ نے پھینکی۔

اگرچہ بادی النظر میں یہ کلام مجازی معلوم ہوتا ہے لیکن اس لحاظ سے حقیقت پر منبئی ہے کہ فی الحقیقت اللہ رب العزت ہی قاتل و رami ہے۔ کیونکہ افعال عباد کا خالق وہی تو ہے۔ کنکریاں اور مٹی پھینکنا بھی تو اسی کی قدرت و مشیت کے تحت ہوا ورنہ کسی انسان میں ذاتی طور پر یہ قدرت کہاں ہے کہ وہ مٹی کو اتنی دور پہنچا دے، یہاں تک کہ مقابلے پر آنے والا ایک کافر بھی ایسا نہ بچے جس کی آنکھیں غبار آلود نہ ہوئی ہوں۔

فصل - ۱۰

کحالات مصطفوی علیہ التجة والسلام

۱۰ پارہ ۹، سورہ الانفال، آیت ۱۷



ان میں سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت اور فضیلت و کرامت واقعہ معراج و اسراء ہے جس کا سورہ اسراء (بنی اسرائیل) اور سورہ النجم میں ذکر ہے۔ اور آپ کے فضائل و کمالات میں سے ایک یہ امر بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ و مامون رکھا تھا۔ چنانچہ ان امر کا ذمہ لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشارت دی تھی:-

وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ  
اور اللہ تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں کے

اسی سلسلے میں یہ آیت کریمہ بھی ہے:-

إِذْ يَنْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا  
لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ  
وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ  
خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ٥٤

اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سامکر کرتے تھے اور اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر۔

محبوب پر زور و گار کی حفاظت کے بارے میں یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ  
اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا  
ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هَمَّا فِي الْغَارِ  
إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ

اگر تم محبوب کو مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی۔ جب کافروں کی شرارت سے اُنھیں باہر تشریف لے جانا ہوا، صرف دو جان سے جب

۱۔ پارہ ۶، سورہ المائدہ، آیت ۶۷ تک پارہ ۹، سورہ الانفال، آیت ۳۰

ان الله معناه فانزل الله  
سكينة عليك وايداع  
بجنودكم تروها وجعل  
كلمة الذين كفروا  
السفلى وكلمة الله  
هي العليا والله عزيز  
حكيم هـ

وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے  
یار سے فرماتے تھے، غم نہ کھا بیشک  
اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے  
اس پر سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے ان  
کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافر کی  
بات نیچے ڈالی۔ اللہ ہی کا بول بالا ہے  
اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

یہاں اس واقعے کو بیان فرمایا ہے اور مشرکین مکہ کی اس اذیت کو دور  
کرنے کا ذکر ہے۔ جب وہ اپنے دارالندوہ کے پروگرام کے مطابق محبت برقرار  
کے قہر رسالت کا محاصرہ کر لیتے ہیں تاکہ اپنی ناپاک پھونکوں سے ہمیشہ کیلئے  
چراغِ مصطفوی کو بجھا دیں۔ چنانچہ جب وہ جان جاناں و بر دولت سے  
تشریف لے جاتے ہیں اور جب غار ثور میں آرام فرما ہوتے ہیں تو حفاظت  
الہیہ کا یہ مختصر العقول منظر سامنے آتا ہے کہ دونوں مواقع پر دشمن آپ کو دیکھنے  
سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ نیز آپ پر سکینت اور طمانیت نازل فرمائی  
گئی۔ نیز سراقہ بن مالک کا واقعہ جس کو محدثین اور اصحاب پیر نے غار ثور  
اور ہجرت کے واقعات میں بیان کیا ہے۔ یہ سارے واقعات وعدہ  
الہی کے مطابق حفاظت کے منہ بولتے اور ایمان افزوز واقعات ہیں۔  
فضائل و کمالاتِ مصطفیٰ کی تشہیر اور آپ کے منصبِ عالی کو بیان کرنے  
والی یہ سورت بھی ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوفْرَةَ

اسے محبوب! بیشک ہم نے تمہیں

غلہ پارہ ۱۰، سورہ التوبہ آیت ۲۰۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْهُ إِنَّ  
شَانِكَ هُوَ الْاَبْتَدُّهُ لَه

بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں، تو تم  
اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور  
قربانی کرو۔ بیشک تمہارا دشمن ہے  
وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم کو مطلع فرمایا ہے کہ انہیں کیا کچھ مرحمت فرمادیا گیا ہے۔ گوشت و جنبت  
میں ایک نہر ہے۔ اس کی تفسیر میں اور بھی کئی اقوال ہیں۔ اپنے خاص انعامات  
کا ذکر فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے دشمن مصطفیٰ کی نازیبا گفتگو کا جواب دیا۔  
اور اپنے حبیب کو تشفی دیتے ہوئے فرمایا کہ دشمن مصطفیٰ اور شان رسالت کا  
گستاخ ہی نسل بے بدیدہ اور ہر خیر سے محروم ہے۔ اللہ جل مجدہ نے توصیف  
مصطفیٰ میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:-

اور بیشک ہم نے تم کو سات آیتیں  
دیں جو دوسرائی جاتی ہیں اور عظمت  
والا قرآن۔

وَلَقَدْ اَتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنْ  
الْمَثَانِي وَالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ

کہا گیا ہے کہ سب سے ثانی سے قرآن کریم کی وہ اولین سات سورتیں مراد ہیں جو  
طوال مفصل کہلاتی ہیں۔ اور الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ سے سورۃ الفاتحہ مراد ہے  
— دوسرا قول یہ ہے کہ سب سے ثانی سے سورۃ فاتحہ اور قرآن العظیم سے  
پورا قرآن مجید مراد ہے — تیسرا قول یہ ہے کہ وہ آیات جو اوامر و نواہی  
بشکرات و انذارات اور ضرب الامثال و انعامات الہیہ کے بیان پر مشتمل ہیں۔  
انہیں سب سے ثانی کہا گیا ہے اور یہ کہ ہم نے اس عظیم کتاب کے ذریعے تمہیں  
لے پارہ ۳۰، سورہ الكوثر۔ لے پارہ ۱۴، سورہ الحجر، آیت ۸۷

اتنے علومِ مرحمت فرما دیئے ہیں۔  
 کہا گیا ہے کہ سورہ فاتحہ کو اس وجہ سے سبع مثانی کہا جاتا ہے کہ یہ بار  
 بار ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسے سبع مثانی  
 اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ فخرِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے مخصوص فرما کر  
 ذخیرہ کر دی گئی تھی۔ جبکہ دوسرے انبیائے کرام اس سے محروم رہے۔  
 قرآن کریم کو سبع مثانی اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں انبیائے سابقین کے  
 واقعات کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ سبع مثانی کے معانی میں یہ بھی کہا گیا  
 ہے کہ اسے حبیبِ اہم نے تمہیں سات بزرگیوں سے مشرف فرمایا ہے جو  
 یہ ہیں: ہدایت، نبوت، رحمت، شفاعت، ولایت، تعظیم اور سکینت۔  
 توصیفِ مصطفیٰ میں یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ  
 لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ  
 يَتَفَكَّرُونَ ۝ ۱۰۱

اور اے محبوب! ہم نے تمہاری  
 طرف یہ یادگار اتاری کہ تم لوگوں  
 سے بیان کرو جو ان کی طرف اترا

اور یہ بھی فرمایا ہے:-  
 وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً  
 لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۝ ۱۰۲

اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا  
 مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں  
 کو گھیرنے والی ہے۔ خوشخبری دینا  
 اور ڈر سنانا۔

نیز اللہ جل مجدہ نے اپنی کتابِ قرآنِ عزیز میں یہ بھی فرمایا ہے:-  
 قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولٌ

۱۰۱ پارہ ۱۲ - سورہ النحل، آیت ۴۲۔ ۱۰۲ پارہ ۲۲، سورہ سبا، آیت ۲۸



اس کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور  
زمین کی بادشاہی اسی کو ہے۔ اُس  
کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جلائے  
اور مارے۔ تو ایمان لاؤ اللہ پر  
اور اُس کے رسول، بے پڑھے۔  
غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور  
اُس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں انہ  
اُن کی غلامی کرو کہ تم راہ ہدایت پاؤ۔  
قاضی عیاض مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ آپ کے خصائص سے

اللَّهُ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي  
لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَ  
الْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ  
يُحْيِي وَيُمِيتُ فَأَمِنُوا  
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيُّ  
الَّذِي كَفَى كُفُورًا  
بِاللَّهِ وَكَلِمَتِهِ وَاتَّبِعُوهُ  
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

ہے۔ اسی سلسلے میں یہ ارشاد الہی بھی ہے۔

اور ہم نے ہر رسول اُس کی قوم ہی کی  
زبان میں بھیجا۔ کہ وہ انہیں صاف  
بتائے۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُلٍ  
إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ لِتُبَيِّنَ  
لَهُمْ ۝

اس آیت نے بتایا کہ جملہ انبیائے کرام اپنی اپنی قوم سے متعلق رہے  
رہے لیکن نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کریم نے وضاحت  
فرمائی ہے کہ آپ کو ساری مخلوق کی جانب مبعوث فرمایا، جیسا کہ خود نبی کریم صلی  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی یہ اعلان فرمایا تھا کہ میں ہر سزخ و سیاہ (ساری مخلوق)  
کی جانب مبعوث فرمایا گیا ہوں۔ — توصیف مصطفیٰ میں اللہ جل مجدہ نے یہ  
بھی فرمایا ہے :-

النَّبِيُّ أَدْنَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ  
یہ نبی مسلمانوں کا اُن کی جان سے

۱۹ پارہ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۸ ۱۷ پارہ ۱۳، سورۃ ابراہیم، آیت ۱۱

مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُمْ  
أُمَّهَاتُهُمْ ۔ لے

زیادہ مالک ہے اور اس کی  
بہنیاں ان کی مائیں ہیں ۔

لفظ اذاتی کی تفسیر میں مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ فخر و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کا فرمان مسلمانوں میں اسی طرح نافذ العمل ہے جیسے ایک آقا کا حکم  
غلام پر جاری ہوتا ہے۔۔۔ بعض مفسرین حضرات نے اس کی تفسیر میں  
فرمایا ہے کہ سرور کون و مکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرنا اپنی مرضی  
پر عمل کرنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ نیز فخر و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی  
ازواج مطہرات کو حرمت میں ماؤں کی طرح قرار دیا گیا ہے یعنی آپ کے  
پروردہ فرما جانے کے بعد کسی کا ان سے نکاح کرنا ناموس مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کے منافی ٹھہرایا گیا ہے کیونکہ وہ آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم کی بیویاں ہوں گی۔ اور یہ امر بھی آپ کی خصوصیات سے ہے۔۔۔  
اپنے حبیب کی تعریف میں اللہ جل مجدہ نے یہ بھی فرمایا ہے ۔

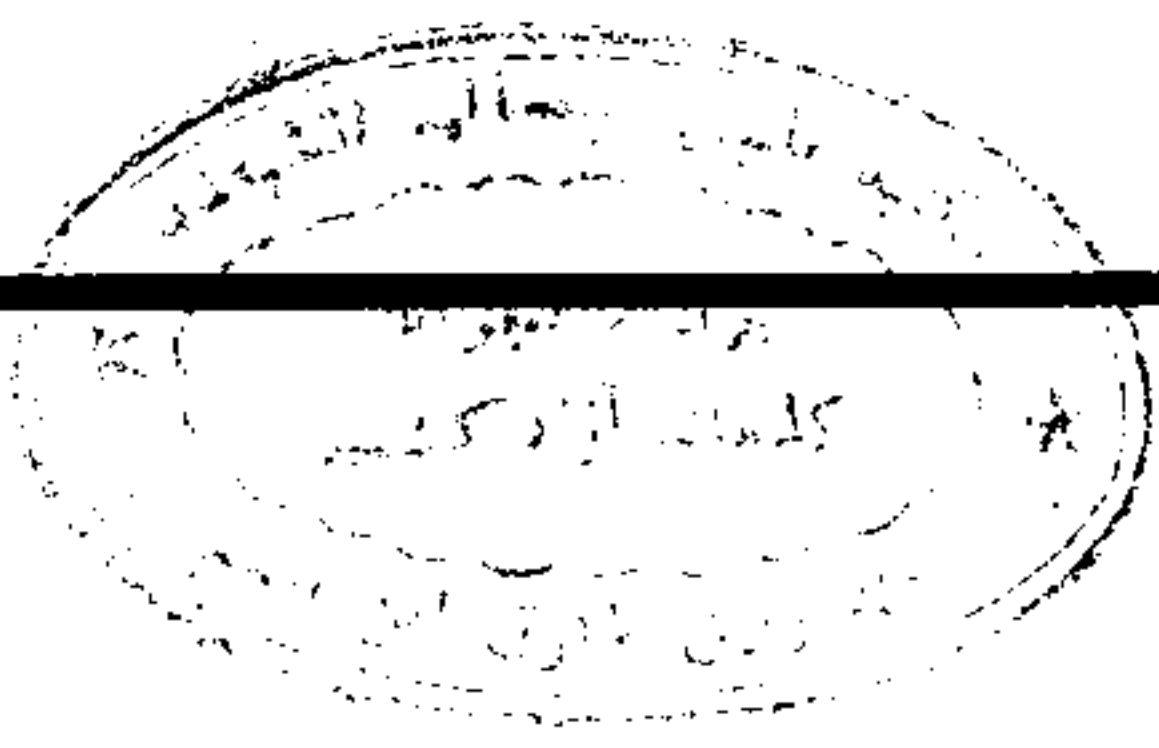
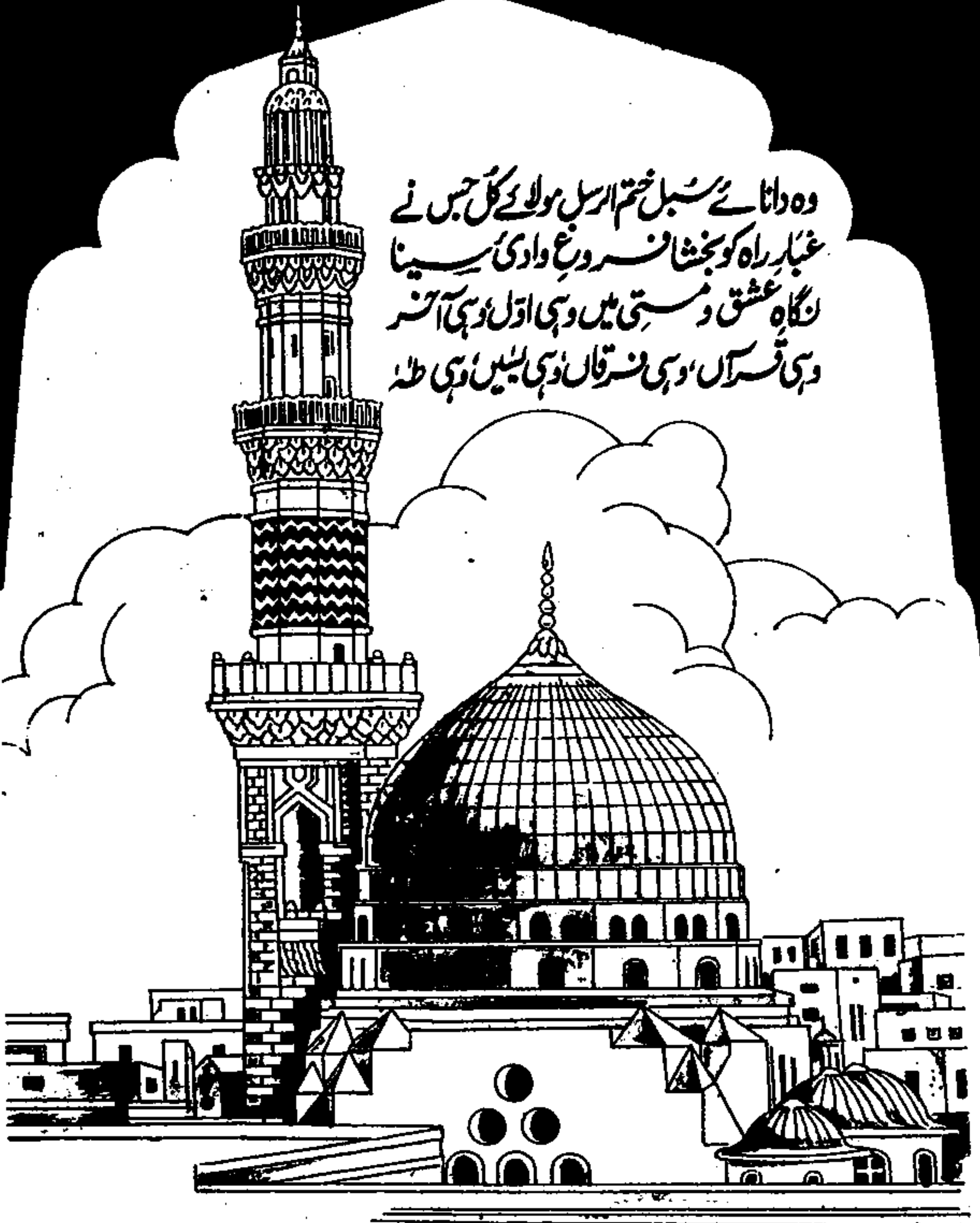
وَأَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ  
وَالْحِكْمَةَ وَعَلَيْكَ مَا لَمْ  
تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ  
فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا

اور اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت  
اناروی اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم  
نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا  
فضل ہے ۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ فضل عظیم سے مراد منصب نبوت ہے۔  
بعض حضرات کا قول ہے کہ قسام ازل نے جو انعامات صرف آپ کیلئے  
ودیعت فرمائے، یہاں وہ مراد ہیں۔ امام واسطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے  
ہیں کہ اس سے اپنی رویت کی جانب اشارہ فرمایا ہے، جس کو حضرت موسیٰ علیہ  
السلام بھی بروایت نہ کر سکے تھے۔

لے پارہ ۲۱، سورۃ الاحزاب، آیت ۶۔ لے پارہ ۵، سورۃ النساء، آیت ۱۱۳

وہ داتا نے سبیل ختم الرسل مولائے کل جس نے  
 غبارِ راہ کو بخشا سرورِ باغِ وادیِ سینا  
 نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر  
 وہی قسراں وہی سرقاں وہی یسین وہی طہ



PATAGONA







